

آصف عابدی

لَو

مجموعۂ مناقب وسلام

آصف عابدی

maablib.org

ہم آئے ہیں آسودہ طلب بابِ ہنر سے

لبریز ہے کشکولِ سخن سوزِ اثر سے

اس کلامِ مودّت کے جملہ حقوق

معصومہ آصف، کاشف عابدی اور عاطف عابدی

کے اختیار میں ہیں۔

نام کتاب لَو

سخنور آصف عابدی

تدوین سرفراز آبد۔ شاہد جعفر

سرورق مقصود علی

کمپوزنگ مزمل شاہ

تعداد ۵۰۰

اشاعت اوّل ۲۰۰۵ء

ناشر ایلیا پبلی کیشنز

K-7 Shumail View
Gulzar-e-Hijree Scheme 33 Krachi.
Ph: 021-4642049

تملیک

خیمۂ سخن کی اِس شمع مودّت
کی لَو گلوئے اصغرؑ بے شیر کے اُس
چلّو بھر لہو کی پناہِ بے پناہ میں نذر
کرتا ہوں جس نے چراغِ مقصدِ
کربلا کو پائندہ توانائی اور جاوداں
رخشندگی سے سرخرو کیا ہے۔

maablib.org

فہرست

منقبتیں

رسولِ خدا حضرت محمدؐ

مولائے کائنات حضرت علیؑ

شہزادیٔ کونین

امام حسنؑ

امام حسینؑ

امام زین العابدینؑ

امامِ زمانہؑ

حضرت عباسؑ

حضرت علی اکبرؑ

مدحتِ قران

سلام

maablib.org

بے اذنِ علیؑ ہم نے تو لکھا نہیں کچھ بھی
لکھنا تو بڑی بات ہے سوچا نہیں کچھ بھی

maablib.org

سچی اور کھری رائے

عباس رضوی

آصف عابدی مصر ہیں کہ ان کی منقبت وسلام کے مجموعے جس کا نام انہوں نے ''لو'' رکھا ہے اس کا پیش لفظ یہ ناچیز لکھے۔ جبکہ میرا اصرار یہ ہے کہ یہ کام کسی معروف شخصیت کا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ بہتر بات تو یہ ہوتی کہ ''لو'' کا پیش لفظ وہ خود تحریر کرتے۔ کیونکہ ہر تحریر اپنے جلو میں معنی ہزار رکھتی ہے۔ چنانچہ اس بات کا کھلا امکان رہتا ہے کہ مصنف کے مرادی معانی تو خبط ہوکر رہ جائیں اور قارئین اپنے اپنے معانی و مطالب نکالتے پھریں۔ کیونکہ بقول پال مزینی "the view contains the viewer" (ناظر منظر میں داخل ہوتا ہے)۔

لطف کی ایک بات یہ بھی ہے کہ آصف عابدی ''لو'' کے مندرجات کے بارے میں سچی اور کھری رائے کے طالب ہیں۔ بھائی یہ کیوں کر ممکن ہے؟ ''لو'' کے مندرجات ایمانی شاعری کے زمرے میں آتے ہیں۔ اس پر کوئی دوسرا کیسے سچی اور کھری رائے دے سکتا ہے۔ اور وہ بھی مجھ جیسا neo-con جسے اگر کوئی ''رسم دعا'' یاد ہے تو بس یہ

"Lord ! I Disbelieve,
Help Thu my unbelief."

تاہم ایک بات کا اقرار کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہونا چاہیے کہ میرا con ہونا یا کہ neo-con جو کچھ بھی ہے شعور کی سطح پر ہے۔ تحت الشعور کی سطح پر تو جانے کتنے ایمانی میلانات ذہنی ہوں گے جو میں کیا میرے بڑوں کے اذہان میں بھی کارفرما نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر فیض صاحب ہی کو لے لیجئے۔ فیض صاحب کا لکھا ہوا ''مرثیۂ امام'' سبھی کے ذہنوں میں ہے۔ لیکن شاید بہت کم لوگوں کی نگاہ ان کی ایک نظم کی مندرجہ ذیل سطور کی طرف گئی ہوگی۔

ادھر بھی دیکھو
جو اپنے درخشاں لہو کے دینار
مفت بازار میں لٹا کر
نظر سے اوجھل ہوئے
اور اپنی لحد میں اس وقت تک غنی ہیں

اب اگر مجھ جیسے چھٹ بھیے کے قلم سے آصف عابدی کی منقبت وسلام کی تنقیدی توصیف (critical appreciation) میں چند کلمات ہو جائیں تو اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

روشن خیالی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ماضی کی طرف پشت کر لی جائے۔ ماضی سبق آموز ہوتا ہے اور مستقبل کا نشان دہ بھی۔ حال تو محض کارگاہ حیات ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ مغرب میں جدیدیت کی ابتدا1127 میں ایبٹ سوگیر(abbot suger) نامی پادری کے اپنے عہد کے مروّجہ طرزِ تعمیر سے ہٹ کر گوتھک طرز پر جو کہ ایک کہنہ طرز تھی ایک کلیسا کی تعمیر سے ہوئی۔ چونکہ یہ طرزِ تعمیر تاریخ کے اوراق میں گم ہو چکا تھا سوگیر نے اسے جدید طرزِ تعمیر سے موسوم کیا۔ یعنی سوگیر کی جدّت طرازی روایت سے بالکلیہ طور پر انقطاع پر نہیں بس اپنے عہد کی مروجہ روش سے انحراف پر مبنی تھی۔

برصغیر پاک و ہند میں مولانا محمد علی جوہر سے جوش صاحب تک رثائی ادب کا ایک عہد ملتا ہے جو میر انیس اور مرزا دبیر کی مرثیہ گوئی سے گریز پر مبنی ہے۔ ان اصحاب نے مرثیہ گوئی کو کربلا اور واقعات کربلا کے ذکر کو ایک صورت کے طور پر جاری رکھنے کے بجائے سامراج سے آزادی اور مسلمانوں کی کھوئی عظمت کی بحالی کا استعارہ بنا دیا۔

بنیاد جبر و قہر اشارے میں مل گئی
ہو جائے کاش پھر وہی ایمائے کربلا

روز ازل سے ہے یہی اک مقصدِ حیات
جائے گا سر کے ساتھ ہی سودائے کربلا

جوش صاحب کے یہاں تو پوری پوری مسدس اسی رنگ میں رنگی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ جوش صاحب کی مسدس سے ایک بند ملاحظہ ہو:

یہ صبح انقلاب کی جو آج کل ہے ضو
یہ جو مچل رہی ہے صبا پھٹ رہی ہے پو
یہ جو چراغ ظلم کی تھرا رہی ہے لو
درپردہ یہ حسین کے انفاس کی ہے رَو
حق کے چھڑے ہوئے ہیں جو یہ ساز دوستو
یہ بھی اسی جری کی ہے آواز دوستو

صاف ظاہر ہے کہ یہاں جس امیجری کا استعمال کیا جارہا ہے وہ واقعۂ کربلا سے مستعار ہے۔ مگر کیا خود واقعات بھی واقعات کربلا ہیں یا ان کا تعلق جوش صاحب کے اپنے دور سے ہے؟ ذکر کربلا کا مگر مراد اپنے عہد کے مصائب والائم۔

اگر چہ اس وقت میرا موضوع جوش کی مرثیہ گوئی پر گفتگو کرنا نہیں۔ لیکن بات چل نکلی ہے تو اتنا کہتا اور چلوں:

''تاریخ ساز شخصیات تاریخ میں دوبار سامنے آتی ہیں۔ ان کا پہلا ظہور اصلی معنوں میں تاریخ سازی کا موجب بنتا ہے۔ ایسی شخصیات بالعموم اپنے لہو سے ایک تاریخی المیہ رقم کرتی ہیں اور ان کی یادیں لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ تازہ رہتی ہے۔ جب کہ ان کا بار دیگر ظہور اصلی نہیں بلکہ نقلی ہوتا ہے۔ ان کے چہرے، ان کے ملبوس، ان کے نعرے، سب کے سب اصل کی نقالی کرتے ہیں، جن سے وہ ایک طربیہ تحریر کرتی ہیں اور تاریخ کے اوراق میں گم ہو جاتی ہیں۔''

کجا قافلۂ حجاز اور کجا ہم۔ جبھی تو ہمارے درمیان ''ایک حسین بھی نہیں اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔ حسینیت اگر صفت ہے تو نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، پسر علی ابن ابوطالب، جناب امام حسین علیہ السلام کی ذات مبارک کے سوا کوئی دوسرا اس سے متصف نہیں اور نہ ہوگا۔

اس نوع کے رثائی ادب کو روش حاضر مان کر دیکھا جائے تو آصف عابدی اس سے گریز کر کے St. Paul Sugher کی مانند ماضی کی روش کی جانب مراجعت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ میں نے اسی معنوں میں ان کو جدید کہا ہے۔

آصف عابدی کے مناقب وسلام اگرچہ غزل کی ہیئت میں ہیں۔ تاہم میں انہیں اشعار میں پارہ پارہ کر کے پڑھنے کی بجائے کلی طور پر پڑھنا پسند کرتا ہوں۔

کاسۂ ادراک میں ہے نقد فن کی جو زکواۃ
بھیک یہ اس گھر کی ہے جو گھر ہے فخر کائنات

آبروئے صوت کن صورت گر کُل کائنات
وہ رسول آخری ، وہ پیکر یزداں صفات

اعتبار رحمت رب کا وسیلہ بھی وہی
عین حق جس کا عمل حرف صداقت جس کی ذات

اس کی کرنوں پر درود ، اس کے اجالوں پر سلام
جس کے باعث نور افشاں ہے حریم کائنات

ہے وہ ایسا بے غروب اک آفتابِ آگہی
ہوگئی معدوم جس سے جہل کی تاریک رات

ہاں اسی امی لقب نے خامۂ کردار سے
لوحِ امکاں پر لکھا بے عیب دستورِ حیات

اس نے انساں کو فرازِ علم تک پہنچا دیا
اضطرابِ فکر کو بخشا سکوں پرور ثبات

یہ الف تا بڑی ''ے'' نعت رسول مقبول ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کی طبع خاص ''گھر'' کو مجاز مرسل قرار دے اور اس سے مراد اہل بیت اطہار لے۔ اس طرح تو چوتھے شعر میں ''کرنوں'' اور ''اجالوں'' کو آپؐ کی آل کا استعارہ سمجھے۔

آصف عابدی کے کلام کا ایک اور نمونہ ملاحظہ کیجئے:

برائے مدحتِ حیدرؑ حیات چھوٹی ہے
حیات کیا ہے کہ یہ کائنات چھوٹی ہے

تمام وصف ہوں تیرے بیاں یہ ناممکن
کہ اس سخن کو بساط لغات چھوٹی ہے

دل و نگاہ پہ یہ سِر آگہی میں کُھلا
تری گلی سے حدِ شش جہات چھوٹی ہے

حصارِ ذکرِ علیؑ میں ہیں روز شب میرے
اسی سبب مری دنیا میں رات چھوٹی ہے

علیؑ کا ذکر کرو اور پڑھو یہ چہروں پر
ہے کون عالی نسب کس کی ذات چھوٹی ہے

علی کو مظہر یزداں کہوں تو دل یہ کہے
بہ اعتبار عقیدت یہ بات چھوٹی ہے

یہ کہہ کے دوش نبی پر قدم علیؑ نے رکھا
کہ نقش پا کے لئے کائنات چھوٹی ہے

حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں آصف عابدی کی لکھی ہوئی یہ منقبت خالصتاً عقائدی اور انگریزی میں جسے belief truth کہتے ہیں کے زمرے میں آتی ہے۔belief truth یا صدق ایمانی کی دنیا وہ دنیا ہے جس میں پیمانۂ صداقت معروضی (objective) نہیں موضوعی (subjective) ہوا کرتا ہے:

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ ایک ہی منظر
تمہیں برا ہمیں اچھا دکھائی دیتا ہے

سرفراز ابد

آصف عابدی کا یہ سلام ملاحظہ کیجئے:

کربلا جب بھی تجھ کو لکھا ہے
حرف سوچا نہیں ہے اترا ہے

نور پاتی ہے روشنی تجھ سے
تیرے ہونے سے یہ اجالا ہے

غم دنیا کے دھوپ صحرا میں
تو ہی اک غم گسار سایا ہے

چشم نم کو ترے ہی غم کے سبب
خوشبوؤں کا سلام آتا ہے

حسن توحید کا جمال ہے تو
عشق تجھ سے فروغ پاتا ہے

اعتبار وجود یزداں میں
کربلا تیرا دل دھڑکتا ہے

وحشت کشمکش تلاوت کر
حُر کا کردار اک صحیفہ ہے

ناچیز جس طرح آصف عابدی کی منقبت وسلام کو اشعار میں پارہ پارہ کر کے پڑھنے میں یقین نہیں رکھتا اسی طرح ان کی منقبت وسلام کو الگ الگ دیکھنے کو بھی درست تصور نہیں کرتا بلکہ انہیں مجموعی طور پر رثائی ادب کے تحت دیکھنے کا قائل ہے۔

واضح رہے کہ میرے نزدیک رثا یا مرثیہ محض رونے رلانے تک محدود نہیں۔ رونا رلانا تو مرثیہ کا آخری ولازمی حصہ ہے جسے اصطلاحاً شہادت وگریہ کہتے

ہیں۔ ورنہ چہرہ، سراپا، آمد، رجز و جنگ میں حسن و طرب کے سارے ہی موڈ بیان کا حصہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ناقدین اسی لئے تو مرثیہ کو ایسی صنف سے تعبیر کرتے ہیں جس میں شاعری کی کم و بیش تمام اصناف جس میں غزل کی صنف نمایاں ترین ہے۔ غزل امیجری تو پہلے جز و یعنی چہرے سے جنگ تک تمام اجزا میں جگہ بہ جگہ پرفشاں دکھائی دیتی ہے اور منقبت و سلام کی ہیئتوں میں واضح و بیّن طور پر داخل ہے۔ یہ نوحہ کی صنف ہے جو شہادت و بین کے ذکر کے لئے محدود و مخصوص ہے اور اسی سبب سے سلام سے علیحدہ تصور کی جاتی ہے۔

زین العابدین تہرانی کے نزدیک مرثیے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ مرثیۂ تشریفاتی جو قوموں کے اکابرین و سلاطین کا ماتم ہوں۔ مرثیۂ شخصی و خانوادی جس میں شعرائے کرام کے دوستوں اور رشتہ داروں کے انتقال پر ملال ظاہر کیا جائے۔ مرثیہ مذہبی جس میں دینی پیشواؤں، صوفیا، خصوصاً ائمہ طاہرین، سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہدائے کربلا کا ذکر کیا جائے۔

بقول زین العابدین پہلی اور دوسری قسم کے مرثیہ اب تقریباً متروک ہیں۔ البتہ تیسری قسم کے مرثیہ باقاعدہ طور پر لکھے جا رہے ہیں۔ شاید ہی کوئی قابل ذکر شاعر ہو جو مرثیہ لکھنے سے گریزاں نظر آئے۔ مثال کے طور پر فیض صاحب کو لے لیجئے۔ ان کا تصنیف کردہ ''مرثیہ امام'' زباں زد عام ہے۔

پروفیسر سید عابد علی عابد جن کی تصنیف ''اصول انتقاد ادبیات'' سے محولہ

بالا اقتباس لیا گیا ہے۔ رثائی ادب کی غایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرثیہ کہنے والا مرثیہ لکھ کر اپنے رنج وغم کا اظہار کر کے اپنے دل کو ہلکا کرتا ہے۔ اب اگر مرثیہ کی نوعیت مذہبی ہو تو ظاہر ہے کہ سننے والے بھی آہ بکا کے ذریعے اپنا دل ہلکا کریں گے جیسا کہ مسلمانوں کے ایک سوادِ اعظم (اہل تشعیہ) کا شعار ہے۔

پروفیسر موصوف اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ اہل تشعیہ کا عقیدہ ہے کہ امام مظلوم کے ذکر شہادت پر جو شخص روتا ہے وہ مستحق ثواب ہوتا ہے اور جو رلاتا ہے وہ بھی مستحق ثواب ہے کیونکہ ایسی مجالس میں جناب رسول خدا اور جناب فاطمہ زہراؑ خود شرکت فرماتے ہیں اور ان آنسوؤں کو جو عزادارانِ حسینؑ اپنی آنکھوں سے بہاتے ہیں انہیں وہ اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اہل تشعیہ ان آنسوؤں کو اپنا ذریعہ نجات تصور کرتے ہیں۔

اشکِ عزا، ولائے علیؑ، خاکِ کربلا
رختِ سفر ہے اپنا یہ راہِ نجات میں

اشکِ غمِ حسین سے اپنا وجود ہے
یہ لَو بجھی تو ہم بھی گئے خدوخال سے

آصف عابدی

آصف عابدی کی منقبت اور سلام میں ''لَو'' کے استعارے کا استعمال اگرچہ زیادہ نہیں لیکن واقعاتِ کربلا کے حوالے سے اس کی خاص اہمیت ہے۔

''لو'' کا استعارہ محبت، لگن، وارفتگی جیسے احساسات کی ترجمانی کرتا ہے تو بہ زبان شمع و چراغ اس خطبہ کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے جو امام عالی مقام نے عاشور کی شب اپنے تمام انصار کو ایک خیمہ میں جمع کر کے شمع کی روشنی میں خطبہ دیا اور بعد خطبہ شمع بجھا کر گویا ہوئے۔

شب عاشور یہ بجھتی ہوئی لو کہتی ہے
وہ چلے جائیں جو اندیشۂ جاں رکھتے ہیں

آصف عابدی

آصف عابدی نے محمدؐ و آل محمدؐ کے علاوہ شعیان علی ابن ابوطالب اور انصار امام حسین علیہ السلام کی مدح میں بھی خاصے اشعار کہے ہیں۔ تاہم ان اصحاب و انصار میں جناب میثم تمار گویا ان کے توتم (totem) ہیں:

تیرے لئے ہے جان یہ میری، میرا مسلک مدحت تیری
مجھ کو عطا ہو میثمی تیور میداں ہو کہ منبر ہو

میثمانہ فکر دے اسلوب دے قرآن کا
مجھ کو ہے درکار مطلع حمد کے عنوان کا

لے آیا تخیل مجھے میثم کی گلی تک
پہنچوں گا اسی راہ سے اب مدح علی تک

قسم میثم کی دل مدحت سرا ہوتا رہے گا
ہواؤں میں بھی روشن یہ دیا ہوتا رہے گا

بقول ڈاکٹر شریعتی ہم میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی توتم ہے۔ کوئی نہ کوئی ایسی شخصیت، شے، زمان یا مکان جس سے وابستگی اس حد تک بڑھ جائے کہ من وتو کی دوئی باقی نہ رہے۔ گویا ہر کسی کا توتم وہ خود ہے جس نے اس کی ذات سے باہر ایک خارجی وجود اختیار کر لیا ہے۔

کیا میرا بھی کوئی توتم ہے؟ بقول غالبؔ

ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

maablib.org

قحطِ سماعت اور نشرِ حق

شاہد جعفر

ادب کے لغوی معانی سے قطع نظر اُس کی متعین تعریف صحیح معنوں میں آج تک سامنے نہیں آ سکی۔ اُس کی توضیحات اور اقسام پر تو خاصا مواد موجود ہے لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ افلاطون اور ارسطو سے لے کر ژاں پال سارتر تک سب نے صرف اور صرف ادب کی تشریحات کی ہیں مگر بنیادی تعریف ابھی تشنۂ اظہار ہے۔

اس کرۂ ارض پر بولی اور لکھی جانے والی ساری زندہ زبانوں میں اُن کا اپنا ادب کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ اب وہ ادب چاہے ادب برائے ادب ہو یا ادب برائے زندگی۔

اردو زبان آٹھویں صدی ہجری یا تیرھویں صدی عیسوی سے ابھری اور اپنے آغاز ہی سے ادب آموز رہی اور زبان کے پھیلاؤ میں اپنے انتہائی تیز رفتار ارتقائی سفر کے دوران اردو کا ادبی سفر بھی اس کے شانہ بشانہ رہا اور آج اکیسویں

صدی کی دہلیز پر بیٹھ کر جب ہم اردو ادب کے ایک عظیم خزانے کو دیکھتے ہیں تو خالقِ حرفِ کُن کے حضور ہماری نظریں اظہارِ تشکر میں جھک جاتی ہیں۔

اپنی اس تمہید میں ہمیں نہ تو ادب کی توضیحات پر اور نہ ہی اس کی اقسام پر گفتگو مقصود ہے چند معروضات ہیں جو آہستہ آہستہ خود بخود واضح ہوتی چلی جائیں گی۔

اردو ادب میں ادب برائے ادب یا ادب برائے زندگی کی بحث بھی ایک صدی سے اوپر کی بات ہو چکی ہے۔ مولانا حالی نے اپنے مقدمۂ شعر و شاعری میں جس بحث کو چھیڑا تھا اسے تو مکمل طور پر مسترد کر دیا گیا لیکن ترقی پسند تحریک نے اشتراکی پس منظر کے باوجود ادب برائے زندگی کی حقیقت کو حتی الوسع صحیح خد و خال کے ساتھ پیش کرنا شروع کیا تو آج بھی برسوں بعد جب ادب کو زندگی کے بھرپور تناظر میں دیکھا اور پرکھا جاتا ہے تو اس کی سچائی سے انکار کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ادب برائے ادب کے نعرہ زن بھی اس حقیقت سے پہلوتہی نہیں کر سکتے کہ جمالیات بھی زندگی ہی سے عبارت ہیں۔ خیر اس بحث سے قطع نظر کہ جو کچھ ادب ہر دو مکاتبِ فکر کی جانب سے تخلیق پاتا رہا ہے چاہے وہ نثری ہو کہ شعری اپنے اظہار میں بھرپور رہا ہے اور آج جب ہم یہ سطور نذرِ قرطاس کر رہے ہیں تو یہ ادب (Thanks to west) ''ساختیات'' سے گزر کر ''مابعدِ جدیدیت'' تک پہونچ چکا ہے اور اس کا یہ سفر جاری و ساری ہے۔

ایک سوال اکثر و بیشتر یہ ابھرتا رہتا ہے کہ ''خالص ادب'' کیا ہے۔ اگر یہ صرف چند مخصوص رسائل و جرائد کی حد تک محدود ہے تو اُن کی ریڈرشپ اعشاریہ صفر پانچ فیصد سے بھی کم ہے اور اسی لئے یہ ''خالص ادب'' ناپید نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔

اسی طرح جب بھی ادب پر گفتگو ہوتی ہے ایک اصطلاح ''ادبِ عالیہ'' کی بھی اکثر و بیشتر زیرِ بحث آتی رہتی ہے۔ ادبِ عالیہ ہمارے ناقدانِ فن کے نزدیک اُن کے پسندیدہ تخلیق کاروں کے منتخب فن پاروں کو کہا جاتا ہے۔

صحفائے آسمانی اور ارشادات و تالیفات ائمہ طاہرین کی اپنی ایک مسلمہ اور متبرک حیثیت ہے۔ یہ ادب نہیں ادب ساز نگارشات ہیں۔ انھیں کی کرنوں سے تابناک ادب کی اعلیٰ اقدار کا بھرم برقرار ہے۔ اسی تسلسل میں ہمارا اِدعا یہ ہے کہ کیا وہ ادب جسے ہم حمدیہ، نعتیہ، منقبتی، رسائی، کربلائی یا علوی ادب کا نام دیتے ہیں اور جو اپنی روشنی سے قلب و ذہن میں زندگی اور تازگی بھر دیتا ہے کیا وہ درحقیقت ادبِ عالیہ نہیں۔ جب اس چند روزہ زندگی میں شادابیوں کے رنگ بکھیرنے والا ادب ہمیں ایک عجیب سی سرشاری و سرخوشی عطا کرتا ہے تو ابدی زندگی کی لطافتوں سے بہرہ مند کرنے والا ادبِ آخر کیوں ادب عالیہ نہیں کہلایا جاسکتا۔ یقیناً یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر مزید گفتگو کی ساری گنجائشیں موجود ہیں۔ بہرکیف ہم اپنے تئیں اس ادب کو ادبِ عالیہ ہی سے موسوم کریں گے۔

مجنوں گورکھپوری نے کہا تھا کہ ادب کا کام تبلیغ نہیں ابلاغ ہے۔ اب اس ابلاغ کے جو ذرائع ہیں ان میں پہلے تو وہ کتب و رسائل شامل ہیں جو قارئینِ ادب تک رسائی حاصل کر سکیں۔ اور دوسرے وہ سماعی سلسلے میں جو مشاعروں اور ادبی نشستوں کے ذریعہ سامعین کو حاصل ہیں۔ لیکن حالات کی عجیب ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ مشاعرے جو کبھی ہماری تہذیب کی نمائندگی کیا کرتے تھے تقریباً ورائٹی پروگراموں میں تبدیل ہو چکے ہیں اور ہماری تہذیب کی بجائے ہمارے کمرشیل اِزم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لیکن سکہ بند جغادرانِ ادب انھیں بھی ادب کا ایک بڑا اور موثر ذریعۂ ابلاغ سمجھتے ہیں۔

جہاں تک ادبِ عالیہ کے ابلاغ کا مسئلہ ہے وہ بھی مختلف اشکال میں تقسیم ہے۔ یہاں ہم مضمون کی طوالت کے پیشِ نظر ابلاغ کے صرف موجودہ شعری حصہ تک محدود رہیں گے۔ ادبِ عالیہ میں سب سے زیادہ کام مرثیہ نگاری پر ہوا ہے۔ یوں تو سارے برصغیر میں یہ کام ہوتا رہا لیکن قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں مرثیہ کا بہت بڑا Revival ہوا۔ بے شمار مرثیے نہ صرف منظر عام پر آئے بلکہ مسلسل آتے ہی جا رہے ہیں یہ اور بات ہے کہ ان میں سے نہ جانے کتنے بہ اعتبارِ معیار ہمیشگی حاصل کر سکیں گے یہ وقت ہی فیصلہ کرے گا۔ سلام نگاری بھی اس موجودہ عہد میں اپنا خاصا بڑا Contribution رکھتی ہے۔ اس ذیل میں میر انیس کی زمینوں میں چند جدید اور منفرد طرزِ اسلوب پر مبنی سلام آئے جو ادبِ عالیہ

میں ایک اضافہ کہے جاسکتے ہیں۔

جہاں تک نوحہ نگاری کا تعلق ہے ہزاروں نوحے اس موجودہ عہد میں لکھے گئے۔ چونکہ ان نوحوں میں شاعری سے زیادہ طرزوں پر توجہ دی گئی تھی اسی لئے سوائے چند منتخب نوحوں کے باقی تمام یا تو کتابوں میں بند ہو کر رہ گئے یا ہوا کے دوش پر خلاؤں کی نذر ہو گئے۔ کاش نوحہ نگاری کے اس عظیم ابلاغ میں ہمارے سنجیدہ اور سینئر شعراء اپنا Contribution ایک فرض سمجھ کر ادا کریں تو یہ صنف شاید محفوظ رہ جائے۔

نعت اور منقبت نگاری میں بھی بہت کچھ کہا اور لکھا گیا موجود ہے۔ ادب کی طرح ادبِ عالیہ میں بھی پروفیشنل اور سکہ بند افراد اس طرح در آئے کہ نعتیہ اور منقبتی محافل میں شاعری کم ہوتی چلی گئی اور گلوکاری اپنی جگہ بناتی گئی۔

یہ ہیں وہ حالات اور یہ ہے وہ ادبی فضاء جس میں آصف عابدی شعر کہہ رہے ہیں۔ ادب اور ادب کے شعری سفر میں تخلیقی شناخت کیسے بنتی ہے اور اس بنیادی شناخت کے بنانے میں تخلیق کار کن مراحل سے گزرتا ہے اور کن مسائل کا اُسے سامنا کرنا پڑتا ہے اس بارے میں مصطفیٰ زیدی نے بڑے کرب سے لکھا تھا۔

> ''Recognition کے بغیر ہمیشہ ہمیشہ شعر کہتے رہنا ناممکن ہے۔ میں نے کئی ایسے شعراء سے اچھے شعر کہے ہیں جنہیں ناقدوں نے Recognise کیا ہے۔ یقیناً میری ذات یا میرے شعر

دونوں میں سے کوئی ایسا عیب ہے جو اُسے قابل اعتناء نہیں سمجھا گیا۔
دس پندرہ سال تک جھک مارنے کے بعد جب میں نے وزیر آغا کی نئی شاعری پر ایک دبیز کتاب دیکھی جس میں چھوٹے سے چھوٹے شاعر کا ذکر تھا لیکن میرا نام تک نہیں تھا تو میرا دل ٹوٹ گیا۔ فیروز سنز نے بھی اس نوعیت کی جو کتابیں شایع کی ہیں ان میں بھی یہی صورتِ حال ہے۔ جب دس پندرہ سال کی شاعرانہ بادیہ پیمائی کا یہ نتیجہ ہے تو آئندہ کس کے لئے شعر کہے جائیں اور ان کی کیا ضرورت ہے۔''

مصطفیٰ زیدی کا شکوہ اپنی جگہ لیکن ادب برائے ادب کے دعویدار صاحبانِ نقد و نظر نے تو کرشن چندر اور جوش ملیح آبادی کے ناموں کے آگے تک بڑے بڑے سوالیہ نشان لگا رکھے ہیں اور ادب میں ان افراد کی اور ان جیسے بہت سوں کی شمولیت پر ان کے تحفظات اوپن سیکرٹ ہیں۔

بات بنیادی شناخت کی ہو رہی تھی۔ شاہراہِ غزل پر آصف کا سفر نسبتاً زیادہ عرصہ پر محیط ہے۔ وہ غزل ۶۰ء کے آغاز سے کہہ رہے ہیں۔ اُن کے کیسۂ سخن میں غزلوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔

ڈاکٹر سید مجاور حسین نے کہا تھا۔

''ادبی صناعی کوئی زیور نہیں جو کہیں سے لا کر عروسِ شعر کو پہنا دیا جائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صناعی خود لفظ کے اندر ہی موجود ہوتی ہے

جس کا استعمال بہت سارے امکانات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ عام آدمی جب کوئی لفظ استعمال کرتا ہے تو بات کے امکانات وہیں ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن شاعر جب کوئی لفظ استعمال کرتا ہے تو وہ بہت سارے امکانات کی راہیں کھولتا ہے۔"

اس حوالے سے اگر آصف کی شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو چاہے وہ غزل ہو کہ منقبت یہ محسوس ہوتا ہے کہ لفظیات کے برمحل برتنے سے شعر کی تہیں خود بخود کھلتی چلی جارہی ہیں۔ آصف کی مختلف غزلوں کے کچھ شعر یاد آرہے ہیں۔

بساطِ دید پہ ہے رقصِ گل کہ رقصِ شرر
غبارِ درد جو بیٹھے تو کچھ دکھائی دے

لے اڑی بادِ صبا بہرِ اسیرانِ قفس
خاکِ مقتل کی چمک، پیرہنِ ناز کا رنگ

ذہن کا بوجھ کم نہیں ہوتا
جھیل میں دائرے بنانے سے

ترا غم نہ تیرا خیال ہے یہ عجیب صورت حال ہے
نہ فراق ہے نہ وصال ہے یہ عجیب صورتِ حال ہے

لئے بس دید کی حسرت رُکا ہُزن منزلِ جاں پر
صدا دے اُس کو لہجہ کی تھکن آہستہ آہستہ

داخلی شاعری دراصل شاعر کے لہجے کی اصلی پہچان ہوتی ہے اور یہی اُس کی بنیادی شناخت بھی ہوتی ہے۔ یہ شاید ۱۹۸۲ء کا ذکر ہے۔ جعفر بھائی مرحوم کے ہاں کوئنز روڈ کراچی میں شعبان کی منقبتی محفل ہو رہی تھی۔ وہاں آصف نے پہلی بار اپنی طرحی منقبت سنائی۔ ایک انتہائی مختلف اور جدید لب ولہجہ کی منقبت جب گوش سماعت میں آئی تو ساری محفل میں تہلکہ برپا ہوگیا۔ ہر شعر کئی بار پڑھوایا گیا۔ دراصل وہ سماعت کلاسیکی لب ولہجہ کے سلام اور منقبت کی عادی تھی اور اُس دور میں جو چند جدید لہجہ کی آوازیں ابھریں تھیں ان میں سرفہرست آصف عابدی کی آواز تھی۔ وہ دن ہے اور آج کا دن۔ آصف نے اپنے اس سفر میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ مسلسل جدید اور توانا مصرعے کہے جارہا ہے اور بارگاہِ شہزادیٔ کونینؑ میں اپنی سرخروئی پر سربہ سجود ہے۔

اُس کی غزل کا آہنگ اس کی نعت، منقبت اور سلام میں مسلسل ابھر کر سامنے آتا رہتا ہے۔

کس کی آمد ہے کہ ہر بامِ گُلِ تازہ پر
دیئے روشن کیے جاتی ہے ہوا پہلے سے

رخشِ تخئیل پہ نکلوں جو پئے سیرِ فلک
مہہ و انجم کو ترا نقش کفِ پا دیکھوں

جب بھی سوچوں میں تجھے جب بھی ترا دھیان کروں
نور و نکہت کو دل و جان میں اترتا دیکھوں

فصل افسردہ دلی آئی تو یہ بات کھلی
وجہِ آسودہ دلی ہے ترا قصہ کیا کیا

کبھی وہ دشت دل سے صورتِ بادِ صبا گزرے
کبھی وہ شب گزیدوں میں بہ اندازِ سحر آئے

اجل بھی مجھ سے جدا اُن کو کر نہیں سکتی
وہ میری روح کی گہرائیوں میں رہتے ہیں

اشکوں کی خموشی میں سخن رکھتے ہیں دل کے
ہے تیرے فقیروں کی صدا اور طرح کی

ہم پر یہ کھلا سایۂ دیوار میں آ کر
کوئی نہیں مونس تری دیوار سے بہتر

آنے والے کی رہگزاروں میں
موسمِ گل بچھا رہی ہے ہوا

شاید کہ احتساب کی پھر رسم چل پڑے
بیداریٔ ضمیر کی اک رَو اٹھی تو ہے

پہلا سخن تھا صبحِ ازل میری چشم کا
کتنی حسیں تھی جنبشِ مژگاں کی ابتداء

حصارِ دید میں عکسِ تجلی آ نہیں سکتا
زرِ بینائی حرفِ آئینہ ہوتا رہے گا

یہ روشنی ہے کیا یہ بہارو دھنک ہیں کیا
سب صورتیں ہیں یہ تیرے قدموں کے دھول کی

ہے رسائی مری فلک سے پرے
یہ سلیقہ ترے قدم سے لیا

یہ نکہت گل یہ قوس وقزح، یہ موجِ صبا، یہ تابِ نظر
یہ لوح وقلم یہ حرف ہنر ہم اُس کی گلی سے لائے ہیں

فروغ روشنی کا استعارہ بن گئیں آنکھیں
ترے غم نے عجب تاثیر بھردی دیدۂ تر میں

غموں کی دھوپ میں جب جب تجھے پکارا ہے
اک اعتبار کی رو مثلِ سائبان رہی

جنت سے آرہی ہیں بہاریں پئے طواف
آج ایسا ایک پھول کھلا ہے گلاب کا

غم رزق پا رہا ہے غم بے مثال سے
اچھی گزر رہی ہے دلِ پرملال سے

در ترا چھوڑ کے میں تو نہیں جانے والا
لطف یہ اور کہاں اپنے ٹھکانے والا

بے تشنگی یہ پینے پلانے کا لطف کیا
سیرابیوں کے کیف کا محور ہے تشنگی

خدمت کو پڑے رہتے ہیں قدموں میں ستارے
جس دن سے ترے نام ہوئیں ہیں مری شامیں

یہ ترے حسنِ کرامات کا اعجاز ہے سب
جو بھی شئے جلوہ فگن گلشن ایجاد میں ہے

مہر و مہہ و نجوم ، دھنک ، پھول ، آئینے
یہ سارے استعارے ترے نقش پا کے ہیں

کرتی ہے سخن دیدۂ گریاں کی زباں میں
وہ آہ جو شرمندۂ آواز نہیں ہے

تجھ ہی سے ہے یہ سیلِ نور و نکہت
کہ تو محورِ بہارِ بے خزاں کا

MAAB 1431
maablib.org

غم دنیا کی دھوپ صحرا میں
تو ہی اک غم گسار سایا ہے

انقلابِ حریت تیری قیادت کے لئے
طوق و زنجیر و سلاسل کی گرانی چاہئے

تیرا غم ہی مدارِ ہستی ہے
اور یہی روزگارِ ہستی ہے

عشق اہلِ بقا کا سوزِ یقیں
عشق اندیشۂ زیاں تو نہیں

کیف کرمانی کا ایک مصرعہ ہے

ہے علیؑ بھی وہی جو خدا ہے مگر ایک سجدہ ہے بس درمیاں دوستو

یہ اُس عقیدے کی تشریح ہے کہ محرمانِ کن سبب تخلیق کائنات بنے۔ چہاردہ معصومینؑ کبریا نہیں لیکن مظہر ذات و صفاتِ کبریا ہیں۔ انہیں کے انوارِ مقدسہ سے تشکیل کون و مکاں ہوئی۔ آج یہ Cosmos انہیں کی تجلیوں سے ضیابار ہے۔ آصف نے اِن اختیاراتِ چہاردہ معصومینؑ کو کن زاویوں سے دیکھا، جانچا، پرکھا اور اپنے شعروں میں باندھا ہے قابل دید ہے۔

آبروئے صوتِ کُن ، صورت گر کل کائنات
وہ رسولؐ آخری وہ پیکر یزداں صفات

حیدرؑ جو نہ چاہیں تو حدِ کون و مکاں میں
ترتیب و تغیر کا تماشا نہیں ہوگا

ہٹ جائیں علیؑ منظرِ کُن سے تو کوئی اور
یہ نظمِ جہاں دیکھنے والا نہیں ہوگا

اس آئینہ خانہ میں سنورتے ہیں زمانے
اس دشتِ ولا کی ہے فضاء اور طرح کی

کوئی نہیں سوائے علیؑ کائنات میں
جو بے ثباتیوں کو بدل دے ثبات میں

ہر خشک و تر کا ناظم و ناظر بھی ہے وہی
ہر ذی نفس کا رزق بھی ہے اُس کے ہات میں

تو ناظرِ وجود و عدم عین کردگار
ہر شئے ہے کائنات کی تیری نگاہ میں

ہاں گاوِ زمیں سے حدِ سدرہ کے سفر تک
رستہ میں علیؑ کے کوئی دیوار نہیں ہے

اس آئینہ میں ہے کل کائنات کے منظر
ہمیں تو جلوۂ کونین ہے فضائے غدیر

مرہونِ بوترابؑ ہے تنظیمِ کائنات
چلنا ہوا کا ، صبح کا ہونا علیؑ سے ہے

سرِ کون و مکاں اشیاء کی ترتیب و توازن میں
ثبات و اعتبار و استقامت ہے ترے در سے

ہے دست بستہ مشیت تری حضوری میں
کہ اختیار تجھے کُن کے کارخانے پر

اختیارِ فاطمہؑ میں ہے مشیت کا نظام
مرضیٔ یزداں کی حامل مرکزِ تطہیر ہے

سارے سیارگاں ہیں محوِ طواف
محورِ دو جہاں ہے چادر میں

ہفت افلاک جس کی گردِ قدم
ایسا اک کارواں ہے چادر میں

ازل سے فاطمہؑ کی حکمرانی ہے مشیت پر
ابد تک فاطمہؑ ہی کا کہا ہوتا رہے گا

زہراؑ کو اختیار سزا جزا کا ہے
زہراؑ کے ہاتھ باگ ہے رد و قبول کی

ازل میں جس کو ہوا منصبِ خدائی عطا
وہ اعتبارِ مشیت بتولؑ ہیں کہ نہیں

ہے ہر لمحۂ موجود تصرف میں ہے تیرے
ہر لمحۂ آئندہ ترے پیش نظر ہے

سیارے زمیں، بامِ فلک سب ترے جادے
یہ وقت کا پھیلاؤ تری گردِ سفر ہے

ہے جن کی دسترس میں کبریائی
انہیں ہاتھوں پہ بیعت کررہا ہوں

ہر تشنۂ علم و دانائی سیراب جہاں پر ہوتا ہے
وہ چشمۂ دانش کیا ہوگا، وہ دجلۂ عرفاں کیا ہوگا

لبِ کونین یہ رہتا ہے یہی اسمِ عظیم
کلمۂ ارض و سما حضرت عباسؑ کا نام

امیر کون و مکاں خسروِ زماں عباسؑ
علیؑ کی طرح نگہدارِ دو جہاں عباسؑ

دیتا ہے زیب تجھ پر ملبوسِ کبریائی
سجتی ہے تیرے سر پر دستار عظمتوں کی

تو اعتبارِ حق ہے مشیت طراز ہے
شامل ترے عمل میں ارادے خدا کے ہیں

یہ طور یہ سدرہ کا ہر اک آئینہ خانہ
کیا ہے جو تری جلوہ گہہ ناز نہیں ہے

کل نظم کائنات پہ رکھتے ہیں اختیار
منشائے کردگار ہے منشاء حسینؑ کا

پچھلے دنوں جدید مرثیوں کی کچھ کتابیں نظر سے گزریں۔ اُن میں ایک کتاب جو منفرد لب ولہجہ کے مستند و معروف جدید مرثیہ نگار کے جدید مرثیوں پر مبنی تھی اور فنِ شاعری اور معیار کے اعتبار سے بھی بہت غیر معمولی تھی وہ جب ہم نے بالاستیعاب دیکھی تو ایک بات بہت شدت سے محسوس ہوئی۔ مسلکاً فقہہ جعفریہ پر ہونے کے باوجود فاضل مرثیہ نگار نے اپنے ان مرثیوں میں مولائے کائناتؑ کا ذکر خال خال ہی کیا۔ کہیں کہیں اشارۃً کوئی حوالہ دے دیا گیا۔ ہم نے بہت غور کیا لیکن صرف یہی اندازہ لگا سکے کہ شاید مرثیہ نگار نے یہ سمجھ کر ذکرِ علیؑ سے گریز کیا کہ کہیں اس ذکر کے سبب اُن کے مرثیے So called literation یا Syllabus میں شامل نہ ہوسکیں۔ واللہ اعلم ...... اِس مزاج کے شعراء کرام کی تعداد بھی ہمارے خیال میں خاصی ہے۔ لیکن ان شعرائے کرام کی تعداد بھی ماشاء

اللہ کم نہیں جو علیؑ کا ذکر انتہائی والہانہ انداز میں کیا کرتے ہیں اور یہ تولا بے ساختہ اُن کے اشعار سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ نہ جانے کیوں اس وقت اچانک حیدر علی اختر یاد آ رہے ہیں۔

خوشبو بغیر گُل کو بکھر جانا چاہیے
عرفاں نہ ہو علیؑ کا تو مر جانا چاہیے

اسی طرح آصف کے ہاں مولاؑ کے ذکر میں ایک اچھوتا پن اپنے مکمل شعوری عرفان کے ساتھ نظر آتا ہے۔

علیؑ کو مظہرِ یزداں کہوں تو دل یہ کہے
بہ اعتبارِ عقیدت یہ بات چھوٹی ہے

لیکن ساتھ ہی اُلوہیت کا دفاع کرتے ہوئے وہ اس بات کا بھی خیال رکھتا ہے کہ

علیؑ نے ذہنِ بشر کے تصورِ رب کو
ہر ایک بندشِ ہیئت سے بے حصار کیا

کسی بھی اچھی شاعری کا ایک بنیادی عنصر عصری حسیت ہے۔ شاعر اپنے ماحول سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ وہ بھی معاشرے ہی کا ایک فرد ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے اطراف واکناف پر نظر ڈالتا ہے اور اصلاحِ احوال کے حوالے سے جب وہ لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہے تو اُس کا لہجہ خطیبانہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ بغیر کسی لحاظ و مروّت کے اُن باتوں کی نشان دہی اپنا فرض سمجھتا ہے۔ آصف جیسا

Conscious Poet بھی اس امر سے کیسے الگ رہ سکتا ہے۔

اُسوۂ فاطمہؑ زہراؑ سے یہ سیکھو لوگو
گھر کے ماحول کو فاقوں میں بھی جنت کرنا

دل کے دھڑکنے کی صدا سے آئے ماتم کی صدا
یوں غم کرب و بلا کی ترجمانی چاہئے

یہ عزاء رسمِ غم نہیں کوئی
یہ عزاء ظلم سے بغاوت ہے

درِ حسینؑ کا صدقہ ہے نعمتیں ساری
اسی سبیل سے ہم سب کا روزگار چلے

رائیگاں ہونے نہ دینا مقصد تخلیق کو
کوئی پل خالی نہ گزرے خدمتِ شبیرؑ سے

منافقوں میں نہ ہرجائیوں میں رہتے ہیں
علیؑ شناس ہیں مولائیوں میں رہتے ہیں

پہلا سا وہ احساس نہ پہلا سا تقدس
اب کارِ مودّت کا وہ معیار نہیں ہے
وہ جوشِ ولا اہلِ تولاّ میں کہاں اب
بازار تو ہے گرمیٔ بازار نہیں ہے

کوفی مزاج لوگ اگرچہ ہیں درمیاں
پھر بھی علیؑ علیؑ سے فضا گونجتی تو ہے

تقسیم ہم کو سازشِ باطل نہ کرسکی
موجود ہم میں رشتۂ عشقِ علیؑ تو ہے

کیا فیصلہ ہوا اہل قیادت کا کیا خبر
جذبِ ولا کی سنتے ہیں بولی لگی تو ہے

اگر ہو قحطِ سماعت تو نشرِ حق کے لئے
سخن بھی ناز کرے ایسی خامشی مانگو

کربلا ہمیشہ سے ادب و شعر کا ابدی و آفاقی موضوع رہا ہے۔ تقریباً ساری صفاتِ عالیہ نے کربلا کے آئینہ میں خود کو نکھارا، سنوارا اور آراستہ کیا۔ بندگی، صبر، تحمل، شجاعت، ایثار و قربانی غرض ہر جذبہ دشتِ کربلا میں اپنی معراج پر نظر آتا ہے۔ آصف کا زاویہ نگاہ چونکہ دوسرے ہم عصر شعراء یا متقدمین سے قدرے مختلف رہا اسی لئے وہ یہاں بھی اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتا ہے۔

ملی جو رن کی اجازت تو جوشِ نصرت میں
حبیب ایسے چلے جیسے ذوالفقار چلے

نمازِ حق ہے اور اُن کا تصور
عبادت در عبادت کررہا ہوں

میزانِ کربلا میں جو تولا تو یہ کھلا
ساتوں سمندروں سے بھی بڑھ کر ہے تشنگی

شہؑ نے عباسؑ کو یہ کہہ کے دیئے مشک و علم
خونِ ہاشمؑ کی روایت ہے مروّت کرنا

وحشتِ کشمکشِ تلاوت کر
حر کا کردار اک صحیفہ ہے

عکسِ عباسؑ کا کمال ہے یہ
روشنی جم گئی ہے پانی پر

بے یقینوں کو بھی اللہ کے ہونے کا یقیں
بعدِ عاشور ترے شکر کے سجدے سے ملا

بے اختیار ڈوبنے لگتی ہے نبض وقت
لوح عطش پہ جب بھی کوئی علقمہ لکھے

اک حرف ''لا'' کی تاب و توانائی کو حسینؑ
بیعت طلب کے دست پہ تحریر کر گئے

جائے نماز فرشِ عزاء میں بدل گئی
یاد آ گیا حسینؑ کا سجدہ قیام میں

غم وہ جوہری توانائی ہے جس سے تعمیر وتخریب دونوں ممکن ہیں۔ اگر غم منفی رویوں کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر مساجد اور امام بارگاہیں دہشت گردی کی خوں آشام صورتِ حال پیش کرنے لگتی ہیں اور اگر کوئی غم ایسا ہو جو دعائے فاطمہؑ کا سبب بنے اور ایک ایسی قوم کی تخلیق کا باعث ہو جو سن اکسٹھ ہجری سے تا روزِ قیامت کسی مظلومؑ کے گریہ و ماتم میں مشغول کر دے تو وہ غم کائنات کا سب سے عظیم غم کہلاتا ہے اور پھر اُسی غم و اندوہ میں ڈوب کر جب شاعر شعر کہنے لگتا ہے تو وہ آفاقی ہو جاتے ہیں۔

بے حرف و صوت کیسا یہ شورِ سلام ہے
کیا اہلِ غم سے دیدۂ تر ہم کلام ہے

دیر تک اشکوں کی چلمن سے علَم دیکھا کیا
جب ہوئی محسوس زینبؑ کو کمی عباسؑ کی

درد مندوں کے سوا کون یہاں سمجھے گا
دیدۂ غم کا سخن جو غمِ سجادؑ میں ہے

جب چلا اک تیر اصغرؑ کی طرف
بٹ کے صدیوں میں وہ لمحہ رہ گیا

ذکرِ غم حسینؑ کی مجلس بپا کرو
دل بیٹھ جائے جب کسی بارِ ملال سے

چشم عزاء میں رکھ دیا تو نے فرات کو
یہ اہتمامِ آب رسانی عجیب ہے

اے ہواؤ فصیل بن جاؤ
تیر کی زد پہ ایک بچہ ہے

کب تو کھینچے ہے سناں سینۂ اکبرؑ سے حسینؑ
تو تو قرآن کے سینہ سے سناں کھینچ رہا ہے

دفن ششماہے کو کرتے ہیں امامِ مظلومؑ
یا تہہِ خاک کوئی شعلۂ جاں رکھتے ہیں

ہنگامِ عصر غربت و ہمشیرؑ کے سوا
کوئی نہیں تھا دیکھنے والا حسینؑ کا

خاک اُڑاتے ہیں کیوں وجود و عدم
سر کوئی برسرِ سناں تو نہیں

رہ گئی تنہا سکینہؑ کربلا کے دشت میں
کھو گئے ایک ایک کر کے سب سہارے آس کے

آصف کی شاعری چاہے اُس کا تعلق ادب سے ہو یا ادبِ عالیہ سے اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ قرطاسِ وقت پر ہمیشہ جگمگاتی رہے گی لیکن شاعر بحیثیت

انسان اپنی ایک علیحدہ شخصیت کا بھی حامل ہوتا ہے۔ میری اور آصف کی دوستی پچھلے پینتالیس سال پر محیط ہے۔ ہماری یہ رفاقت وقت کے ہر سرد و گرم سے ماورا رہی۔ حیدر علی اختر بھی ۱۹۹۹ء تک مسلسل ہمارے ساتھ تھے پھر مولائے کائناتؑ نے انہیں اپنے دربار میں بوذر و سلمان کی ہم نشینی سے سرفراز کر دیا۔

مزاجاً آصف خود کو بہت لئے دیئے رہنے والے افراد میں شامل کئے جا سکتے ہیں وہ بالعموم کسی نئی شخصیت سے متعارف ہونے کے بعد فوری نہیں کھلتے تاوقتیکہ کئی ملاقاتیں نہ ہو جائیں۔ تب کہیں جا کر رفتہ رفتہ انھیں دائرۂ رفقاء میں شامل کرتے ہیں لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض افراد سے مسلسل رابطوں کے باوجود اُن سے بالکل نہیں کھلتے۔ وہ ایک انتہائی Calculated شخصیت ہیں۔ جس طرح شاعری کو انتہائی سلیقے اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ برتتے ہیں اسی طرح اپنی زندگی میں بھی وہی رویہ اپنایا ہوا ہے۔ اپنی طبیعت میں انکسار اور خود کو Low Profile پر رکھنے کے باوجود مزاجاً بردبار اور متین ہیں۔

اور اُن کی اس شخصیت کے نکھارنے میں اُن کی رفیقۂ حیات معصومہ آصف کا خاصا دخل ہے۔ ماشاء اللہ اُن کے دونوں صاحبزادے کاشف عابدی (جولندن میں CA کر رہے ہیں) اور عاطف عابدی اپنے اپنے کیریئر بنانے میں مصروف ہیں۔

آصف کوئی فرشتہ نہیں ہیں یقیناً ان میں بھی بہت سی انسانی کمزوریاں

ہوں گی لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ چند معائب اچھے خاصے محاسن کو نگل جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات الٹی ہوگئی ہے۔ اُن کی شخصیت میں جو چند معائب ہیں وہ ان کی شخصیت کے بے شمار محاسن کی چکاچوند میں نہ جانے کہاں گم ہوجاتے ہیں اور آصف عابدی (جو عرف عام میں میر صاحب کہلاتے ہیں) ولؔی دکنی کا یہ شعر گنگناتے ہوئے اپنے شعری سفر پر رواں دواں رہتے ہیں۔

راہِ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن

اظہارِ خیال

سرفراز ابدؔ

ایوانِ ادب میں اردو شاعری کا یہ پرآشوب دور جہاں قصر ادب میں مختلف اصنافِ سخن کے چند ہی چراغ مدھم سے روشن ہیں۔ بہت سی اصناف تو مفقود ومعدوم ہی ہو چکی ہیں جیسے مثنوی، شہر آشوب، رباعی، قصیدہ وغیرہ وغیرہ البتہ غزل ابھی بے آبرو ہو رہی ہے۔ ہوا یوں کہ غیر سنجیدہ تفریح پسند لوگوں نے اپنے مرتبہ یا دولت کے زور پر ادب کی سنجیدہ فضا کو تفریح میں تبدیل کر دیا ہے۔ اُس پر ستم یہ کہ شاعر اور شاعری کی پیمائش بھی عہدہ و منصب، تعلقات عامہ اور دولت کے فیتے سے ہو رہی ہے۔

اس صورتحال میں بھی کہیں کہیں کچھ اعتبار کی شمعیں روشن ہیں۔ لیکن یہ بات طے ہو چکی ہے کہ بقائے ادب کے لئے مذہبی شاعری ایک اہم اور موثر کردار ادا کر رہی ہے۔ ہر چند کہ اس شعبہ میں بھی تاجرانہ ذہنیت داخل ہو رہی۔ اس کے باوجود نعت، منقبت، سلام، نوحہ اور مرثیہ اب تک انتہائی سنجیدگی اور احترام کے ساتھ لکھے اور پڑھے جا رہے ہیں۔ اور ان کاوشوں میں ہمارا میڈیا بھی مثبت کردار

ادا کر رہا ہے۔ یہ سلسلہ گفتگو تو بہت تفصیل طلب ہے جو اس وقت ممکن نہیں ابھی تو آصف عابدی کا مجموعہ کلام ''لوٗ'' پیش نظر ہے یہ مذہبی شاعری کا مجموعہ ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آصف بنیادی طور پر تو غزل کے مضبوط شاعر ہیں لیکن مذہبی شاعری کا مجموعہ پہلے شائع کر رہے ہے یہ بات بھی صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت صرف اور صرف مذہبی شاعری ہی اپنی سنجیدگی، تقدس اور کیفیت کے باعث پسندِ خاطر خاص وعام ہے۔ لیکن اپنے دوست آصف عابدی کو میرا یہ مشورہ ہے کہ انہیں اپنی غزلوں کا مجموعہ بھی جلد از جلد شائع کر دینا چاہئے تاکہ صاحبانِ ذوق ان کی غزلوں کی شائستگی اور انفرادیت سے مستفید ہو سکیں۔

آصف عابدی انتہائی کم آمیز اور کم سخن ہونے کے باوجود موجودہ دور کے منقبت نگاروں میں بھی صف اوّل کے شاعر جانے مانے جاتے ہیں۔ ان کو قبولتِ عوام وخواص بھی یکساں طور پر حاصل ہے۔ انھوں نے غزل کی طرح مذہبی شاعری میں بھی اپنی انفرادیت اور معیار کو ملحوظ رکھا ہے۔ جب آپ ان کا کلام ملاحظہ فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ منقبت میں غزل کی گونج ہے اور غزل میں منقبت کی شادابی موجود ہے۔

آصف عابدی ایک اچھا دوست ایک شریف خاندانی آدمی، باکمال اور منکسر المزاج شاعر ہے۔ جو نہ تنقید سے خفا ہوتا ہے اور نہ ستائش سے گمراہ ہوتا ہے۔ میں دعاگو ہوں کہ پروردگارِ عالم ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

میں لکھ رہا ہوں پیمبرؐ کی مدحتیں سائیں
اُتر رہی ہیں مرے دل پہ آیتیں سائیں

ترے حبیبؐ کی مدحت سنا رہا ہوں میں
مرے طواف میں ہیں تیری رحمتیں سائیں

اگر مدد نہ کریں جبرئیلؑ اور عمرانؑ
تو پھر ہوں کیسے بیاں اُس کی عظمتیں سائیں

وہ اپنی ذات میں اک کائناتِ رحمت ہے
شمار کیسے ہوں اُس کی فضیلتیں سائیں

وہ ایسا ختمِ رُسل ہے کہ جس کے پیکر میں
سمٹ کے آگئیں ساری رسالتیں سائیں

جمالِ روئے محمدؐ کی وہ تجلّی ہے
کہ آئینوں سے برستی ہیں حیرتیں سائیں

بلایا تو نے محمدؐ کو اوجِ سدرہ تک
اس ارتقاء پہ ہیں حیران رفعتیں سائیں

بلالؓ و بوذرؓ وسلمانؓ و حُرؓ سے تا این دم
سنورتے دیکھی ہیں اس دَر پہ قسمتیں سائیں

درِ نبیؐ ہے یہاں ذکرِ مال دنیا کیا
یہاں تو بھیک میں ملتی ہیں جنتیں سائیں

یہ سب درود کا اعجاز ہے کرامت ہے
دلوں سے دور جو رہتی ہیں کُلفتیں سائیں

رکھے ہوئے ہیں معطّر مشامِ ایماں کو
ولائے آلِ محمدؐ کی نکہتیں سائیں

سرِ قرطاس ترا اسم جو لکھا دیکھوں
سینۂ حرف سے اک نور نکلتا دیکھوں

تیرے در سے جو مجھے جوہرِ بینائی ملے
بامِ ادراک سے پھر قامتِ دنیا دیکھوں

رخشِ تخیل پہ نکلوں جو پئے سیرِ فلک
مہ و انجم کو ترا نقشِ کفِ پا دیکھوں

جنھیں آجائے میسر تیرے قدموں کا غبار
اُن کے چہروں پہ شفاعت کا اجالا دیکھوں

جب بھی سوچوں میں تجھے جب بھی ترا دھیان کروں
نور و نکہت کو دل و جاں میں اترتا دیکھوں

madlib.org

ہے ترا اسم مرے لب پہ دعاؤں کی طرح
بے نواؤں کا میں تجھ کو ہی وسیلہ دیکھوں

تیری خوشبو سے ہے اک ربط مری سانسوں کو
تیرے ہی عشق میں اس دل کو دھڑکتا دیکھوں

پیکرِ رحمتِ کُل، تیری شجاعت کو سلام
تجھ کو میں نرغۂ اعداء میں بھی سچا دیکھوں

تیری دہلیز پہ ہو آصفؔ عاصی کی جبیں
وادیِ وقت میں منظر کوئی ایسا دیکھوں

❁❁❁❁❁

رشکِ خورشید ہوئے نقشِ کفِ پا کیا کیا
تیرے قدموں نے دیا خاک کو رتبہ کیا کیا

تیری چوکھٹ سے ہیں وابستہ سو ہم جانتے ہیں
باعثِ عزّ و شرف ہے یہ وسیلہ کیا کیا

فصلِ افسردہ دلی آئی تو یہ بات کُھلی
وجہ آسودہٗ دلی ہے ترا قصہ کیا کیا

اب اسے عشق سمجھ یا کہ مودّت کا سُرور
دل ترے نام پہ سیکھے ہے دھڑکنا کیا کیا

حسبِ منشائے خدا تھا ترا ہر ایک عمل
پھر بھی مشکوک رہا تجھ سے زمانہ کیا کیا

جب سنا پہلے پہل لہجۂ یزداں تو نے
ایک لمحے کو ترے دھیان میں آیا کیا کیا

مرہمِ زخمِ ہنر، سرمۂ چشمِ عرفاں
نام تیرے بھی ہیں اے خاکِ مدینہ کیا کیا

مانع آتی نہ اگر تنگیٔ دامانِ خیال
پھول اس گلشنِ مدحت سے میں چنتا کیا کیا

جب پئے نعت قلم میں نے اٹھایا آصفؔ
غیب سے ہوگئے مضمون مہیا کیا کیا

MAAB 1431
maablib.org

کاسۂ ادراک میں ہے نقدِ فن کی جو زکوٰۃ
بھیک یہ اُس گھر کی ہے جو گھر ہے فخرِ کائنات
آبروئے صوتِ کُن، صورت گرِ کُل کائنات
وہ رسولؐ آخری، وہ پیکرِ یزداں صفات
اعتبارِ رحمتِ رب کا وسیلہ بھی وہی
عینِ حق جس کا عمل، حرفِ صداقت جس کی بات
اُس کی کرنوں پر درود، اس کے اجالوں پر سلام
جس کے باعث نور افشاں ہے حریمِ کائنات
ہے وہ ایسا بے غروب اک آفتابِ آگہی
ہوگئی معدوم جس سے جہل کی تاریک رات

ہاں اُسی اُمی لقب نے خامۂ کردار سے
لوحِ امکاں پر لکھا بے عیب دستورِ حیات
اُس نے انساں کو فرازِ علم تک پہنچا دیا
اضطرابِ فکر کو بخشا سکوں پرور ثبات

❁❁❁❁❁

maablib.org

ہم سمجھتے ہیں تجھے عینِ خدا پہلے سے
حمد لگتی ہے ہمیں تیری ثناء پہلے سے
تجھ سے پہلے تھی کہاں گرمیٔ بازارِ علوم
تھی یہاں کب یہ سلونی کی صدا پہلے سے
لوحِ محفوظ ترے پیشِ نظر رہتی ہے
تو کہ ہے محرمِ اسرارِ خدا پہلے سے
ساعتِ صبحِ ازل کیا تھی ، اشارہ تیرا
حکمراں تو ہے سرِ ارض و سما پہلے سے
جس کی حسرت میں سرِ طوٗر گئے تھے موسیٰؑ
میرے دل کو ہے میسر وہ ضیاء پہلے سے

کس کی آمد ہے کہ ہر بامِ گُلِ تازہ پر
دیئے روشن کئے جاتی ہے ہوا پہلے سے

ہم کو خود ساختہ شاہوں سے سروکار کہاں
ہم ہیں گرویدۂ اربابِ کساء پہلے سے

تیغ لہراتے ہوئے آتے ہیں خیبر میں علیؑ
سانس روکے ہوئے بیٹھی ہے قضا پہلے سے

اُولیاء آئیں گے پا بوسیٔ قنبر کو جہاں
ہم وہیں ہوں گے سرِ روزِ جزا پہلے سے

❁❁❁❁❁

maablib.org

برائے مدحتِ حیدرؑ حیات چھوٹی ہے
حیات کیا ہے کہ یہ کائنات چھوٹی ہے

تمام وصف ہوں تیرے بیاں یہ ناممکن
کہ اس سخن کو بساطِ لغات چھوٹی ہے

دل و نگاہ پہ یہ سیرِ آگہی میں کُھلا
تری گلی سے حدِ شش جہات چھوٹی ہے

حصارِ ذکرِ علیؑ میں ہیں روز و شب میرے
اسی سبب مری دنیا میں رات چھوٹی ہے

علیؑ کا ذکر کرو اور پڑھو یہ چہروں پر
ہے کون عالی نسب کس کی ذات چھوٹی ہے

علیؑ کو مظہرِ یزداں کہوں تو دل یہ کہے
بہ اعتبارِ عقیدت یہ بات چھوٹی ہے
یہ کہہ کے دوشِ نبیؐ پر قدم علیؑ نے رکھا
کہ نقشِ پا کے لئے کائنات چھوٹی ہے

❁❁❁❁❁

خوشا قسمت رموزِ زندگی سے بہرہ ور آئے
ترے در کے وسیلے سے ہمیں کیا کیا ہنر آئے
تری نسبت بہم آئی تو ورثے میں شرف آیا
ضیاء افروزئ خاکِ نجف سے ہم نکھر آئے
زہے قسمت کہ ہم اس گلشنِ مدحت کی منزل سے
مثالِ موجۂ گل خوشبوؤں میں ڈوب کر آئے
کبھی وہ دشتِ دل سے صورتِ بادِ صبا گزرے
کبھی وہ شب گزیدوں میں بہ اندازِ سحر آئے
ہوائے مدحِ حیدرؑ کیا چلی حبسِ سخن ٹوٹا
سرِ صحرائے وحشت صبر کے موسم اتر آئے

وہاں تھا اک ہجوم بے کراں کاسہ بدست آصفؔ
نہ پوچھو کیسے کیسے لوگ اُس در پر نظر آئے

❁❁❁❁❁

MAAB 1431
maablib.org

جنت کی طلب ، خواہشِ دنیا نہیں کچھ بھی
جُز کوئے نجف اپنی تمنا نہیں کچھ بھی

بے اذنِ علیؑ ہم نے تو لکّھا نہیں کچھ بھی
لکھنا تو بڑی بات ہے سوچا نہیں کچھ بھی

وہ تاجِ سلیمانؑ ہو یا منصبِ رضوانؑ
حیدرؑ کی غلامی سے زیادہ نہیں کچھ بھی

سودا ہے تیرے سر میں اگر عشقِ علیؑ کا
پھر تیرے لئے وسعتِ صحرا نہیں کچھ بھی

ناسور جو دل میں ہے ترے بغضِ علیؑ کا
اس زخمِ عداوت کا مداوا نہیں کچھ بھی

دشوار ہے دیدارِ علیؑ ، چشمِ تصور
بارانِ تجلی ہو تو دِکھتا نہیں کچھ بھی

گر تجھ کو درِ علم سے نسبت نہیں کوئی
پھر تیرے تجسس کا مداوا نہیں کچھ بھی

ہوں خیر سے میں سایۂ دیوارِ نجف میں
صد شکر کہ اندیشۂ فردا نہیں کچھ بھی

دل شاد اٹھے بزمِ نصیری سے ہم آصفؔ
سمجھے تھے علاجِ غمِ عقبیٰ نہیں کچھ بھی

سمجھے تھے کہ ترویجِ شریعت ہے بڑی بات
بلّغ سے کُھلا نشر ولایت ہے بڑی بات
دیوانگیٔ شوق سنبھل راہِ ولا میں
پابندیٔ آئینِ مودّت ہے بڑی بات
ادنیٰ سا اک اعجاز ہے یہ رجعتِ خورشید
حیدرؑ کے لئے کب یہ کرامت ہے بڑی بات
جب مرحلہ درپیش ہو دیدارِ علیؑ کا
پھر ایک نفس کی بھی مسافت ہے بڑی بات
میثم کے رویئے سے کُھلا عشقِ علیؑ میں
امکانِ شہادت ہو تو عُجلت ہے بڑی بات

دعویٰ ہے نصیری کا علیؑ خالقِ کُل ہیں
اس بات کی تصدیق میں سبقت ہے بڑی بات

اس در کی فقیری میں ہے کونین کی شاہی
آصفؔ جسے مل جائے یہ خلعت ، ہے بڑی بات

جب تک تُو دل و جاں سے علیؑ کا نہیں ہوگا
تجھ پر کبھی ایمان کا دَر وا نہیں ہوگا

خیراتِ سخن دیں نہ اگر میثمؑ و جبرئیل
مجھ ایسے سخنور کا گزارا نہیں ہوگا

یہ میرا عقیدہ بھی ہے ایمان و یقیں بھی
بے اذنِ علیؑ حَل کوئی عُقدہ نہیں ہوگا

اس بات کی تصدیق کو تاریخ ہے موجود
حیدرؑ کا موالی کہیں رسوا نہیں ہوگا

یہ بزمِ سقیفہ نہیں میدان ہے خم کا
یاں فیصلہ کوئی پسِ پردہ نہیں ہوگا

جو منکرِ حیدرؑ ہے اُسے برسرِ محشر
جُز راہِ جہنم کوئی رستہ نہیں ہوگا

حیدرؑ جو نہ چاہیں تو حدِ کون و مکاں میں
ترتیب و تغیر کا تماشا نہیں ہوگا

یہ وسعتِ کونین بھی ہوجائے جو دُگنی
حیدرؑ کے فضائل کا احاطہ نہیں ہوگا

ہوجائے گا اک جنبشِ مژگانِ علیؑ سے
تقدیر میں جس کام کا ہونا نہیں ہوگا

ہو رب کا گماں جس پہ علیؑ عبد ہیں ایسے
کونین میں اس شان کا بندہ نہیں ہوگا

ہٹ جائیں علیؑ منظرِ کُن سے تو کوئی اور
یہ نظمِ جہاں دیکھنے والا نہیں ہوگا

❁❁❁❁❁

منافقوں میں نہ ہرجائیوں میں رہتے ہیں
علیؑ شناس ہیں مولائیوں میں رہتے ہیں
جنھیں نصیب نہیں عشقِ حیدرِؑ کرار
وہ اپنی ذات کی تنہائیوں میں رہتے ہیں
اَجل بھی مجھ سے جُدا ان کو کر نہیں سکتی
وہ میری روح کی گہرائیوں میں رہتے ہیں
سَروں میں رکھتے ہیں سودا جو تیری الفت کا
ہمیشہ ہم انہیں سودائیوں میں رہتے ہیں
کسی بھی دھوپ کو لاتے ہیں کب وہ خاطر میں
ترے علَم کی جو پرچھائیوں میں رہتے ہیں

مزاج ملتے ہیں کب ان کے ایسے ویسوں سے
محبِ علیؑ کے تولّائیوں میں رہتے ہیں

ہزار شکر کہ حاصل ہے دل کو لطفِ جناں
خوشا کہ ہم ترے شیدائیوں میں رہتے ہیں

جہاں کہیں بھی رہیں منکرانِ آلِ نبیؐ
نسب کی رُو سے وہ رسوائیوں میں رہتے ہیں

کُمیلؓ و بوذرؓ و سلمانؓ و میثمؓ و قنبرؓ
علیؑ کے عشق کی پہنائیوں میں رہتے ہیں

فرازِ دار سے میثم نے جو سنایا تھا
ہم اُس کلام کی سچائیوں میں رہتے ہیں

لہو نجیب ہے جن کا وہی تو اے آصفؔ
''علیؑ کے ذکر کی رعنائیوں میں رہتے ہیں''

گردش میں تھی کعبہ میں ہوا اور طرح کی
آئے جو علیؑ ، جاگی فضاء اور طرح کی
حیدرؑ کی ثناء لوح وقلم کی ہے عبادت
اس حرفِ سخن کی ہے جزاء اور طرح کی
اس آئینہ خانہ میں سنورتے ہیں زمانے
اس دشتِ ولا کی ہے فضا اور طرح کی
اشکوں کی خموشی میں سخن رکھتے ہیں دل کے
ہے تیرے فقیروں کی صدا اور طرح کی
کُھل جاتا ہے چہروں سے یہاں رازِ نسب کا
یہ محفلِ مدحت ہے ذرا اور طرح کی

جچتی ہی نہیں غیر پہ جز قامتِ حیدرؑ
ہوتی ہے ولایت کی قبا اور طرح کی

گو مدحتِ حیدرؑ میں زباں کٹ گئی پھر بھی
میثمؑ نے عبادت یہ ادا اور طرح کی

سن کر یہ کہا مدحِ علیؑ اہلِ ولا نے
کیا خوب کہی حمدِ خدا اور طرح کی

کچھ بھی تو نہیں آپ کی سرکار سے بہتر
ہر شئے ہے یہاں خُلد کے آثار سے بہتر

دیکھا نہ سنا شہر کوئی شہرِ نجف سا
یاں دھوپ بھی ہے سایۂ اشجار سے بہتر

کیا ہوگی کسوٹی کوئی عرفانِ علیؑ کی
اے فکرِ نصیری ترے معیار سے بہتر

مہر و مہ و انجم ہیں تری گردِ کفِ پا
سایا ہے ترا سیلِ صد انوار سے بہتر

جبرئیل نے ڈھونڈا نہ ملا عرش و زمیں پر
مدّاحِ علیؑ میثم تمار سے بہتر

اس عالمِ امکاں میں کوئی عقدہ کشا اور
دیکھا نہ سنا حیدرؑ کرار سے بہتر

اس بات کا عرفاں ہوا موسیٰؑ کو سرِ طوٗر
جلوہ نہیں کوئی ترے دیدار سے بہتر

موجودگیٔ رب کا یقیں اور حوالہ
کیا ہوگا کوئی کاشفِ اسرار سے بہتر

ممکن ہی نہیں، ہو کسی دنیائے سخن میں
اُسلوبِ ثنا میثمؑ گفتار سے بہتر

ہرچند کہ بے مثل تھے انصار علیؑ کے
لیکن نہ تھے شبیرؑ کے انصار سے بہتر

اس ساری خدائی میں ملے گا نہ خدا کو
سودا شبِ ہجرت ترے بازار سے بہتر

پوشاکِ بدن بھی ہو یہی زینتِ سر بھی
ہے خاکِ نجف جبّہ و دستار سے بہتر

کوئی نہیں ہے تیرا ہمسر ، میداں ہو یا منبر ہو
تو ہی تو ہے برسرِ منظر ، میداں ہو یا منبر ہو

میرا ساقی ، ساقی کوثر ، میداں ہو یا منبر ہو
جامِ تولاّ مرا مقدّر ، میداں ہو یا منبر ہو

تیرے لئے ہے جان یہ میری، میرا مسلک مدحت تیری
مجھ کو عطا کر میثمی تیور ، میداں ہو یا منبر ہو

میرے لہو میں تیری مودّت ، میرے سخن میں تیرا سخن
تو ہی مری پہچان کا محور ، میداں ہو یا منبر ہو

دیکھ محاذِ حرفِ دعا پر ، دیکھ غدیرِ خُم کی فضاء
''ایک ہی گھر ہے برسرِ منظر، میداں ہو یا منبر ہو''

اہلِ ولا کے اس ایقاں کو ساری دنیا جان چکی
فتح کا مژدہ نعرۂ حیدرؑ ، میداں ہو یا منبر ہو

دشمنِ دیں کا خوف ہو کیوں کر ، بہرِ تحفظ ہم کو بھی
تیرے علم کا سایا سر پر ، میداں ہو یا منبر ہو

خندق ، خیبر ، بدر سے پوچھو ، پوچھو شہرِ علم سے تم
کس نے سنوارا دیں کا مقدر ، میداں ہو یا منبر ہو

خونِ ابوطالبؑ کی تجلّی ، نطقِ ابوطالبؑ کی مہک
پھیلی ہوئی ہے تا حدِ منظر ، میداں ہو یا منبر ہو

❁❁❁❁❁

ایقانِ میثمی ہے یہ فکرِ گماں نہیں
عشقِ علیؑ میں جاں کا لٹانا زیاں نہیں

مدحِ علیؑ میں یا غمِ سرورؑ میں ہو بسر
یوں ہو تو پھر نفس کا سفر رائیگاں نہیں

نامِ علیؑ سے ان کے ہی چہرے ہیں ضوفگن
سینوں میں جن کے بغضِ علی کا دھواں نہیں

مدحِ علیؑ ۔ بہار ، دھنک ، روشنی ، صبا
یہ ذکر گل مزاج ہے سنگ گراں نہیں

ظلمت ضمیر بھی ہے وہ سفیاں سرشت بھی
سن کے علیؑ کی مدح جو دل شادماں نہیں

کیوں ہے نصیریوں سے مراسم میں احتیاط
ہم اُن کے ہم خیال تو ہیں ہم زباں نہیں

معراج میں کُھلا یہ محمدؐ پہ اے علیؑ
سایا تلک خدا کے ترے درمیاں نہیں

اس کے نصیب ہی میں لکھی ہے ولائے آل
نام ونسب میں جس کے کوئی این و آں نہیں

اس مدحِ ناتمام کو کر لیجیو قبول
ہر چند یہ سخن ترے شایانِ شاں نہیں

❁❁❁❁❁

maablib.org

اے نصیری ترا فیصلہ خوب ہے
جو خدا ہے ترا باخدا خوب ہے
نعت کی نعت بھی ، حمد کی حمد بھی
''گلِ ایماں کی مدح وثنا خوب ہے''
برسرِ دار میثم سے دل نے کہا
عشقِ حیدرؑ کی یہ ابتدا خوب ہے
بن سنورتی ہیں آ کر یہاں جنتیں
آئینہ خانۂ مرتضیٰؑ خوب ہے
ایسے چلتی ہے جیسے چلے اپسرا
تیغِ حیدرؑ کی رن میں ادا خوب ہے

کُھلتے جاتے ہیں درہائے قُربِ خدا
تجھؑ سے وابستگی کا صلہ خوب ہے

بجھتے بجھتے نفس کا دیا جل اٹھا
دامنِ مرتضیٰؑ کی ہوا خوب ہے

سج گئی خم کے میداں میں بزمِ علیؑ
ریگ زاروں میں یہ گُل کدہ خوب ہے

کُل کلامِ خدا ہے سمایا ہوا
وسعتِ نقطۂ تحتِ با خوب ہے

گر پرکھنا ہو آصفؔ کسی کا نسب
یاعلیؑ یاعلیؑ کی صدا خوب ہے

۞۞۞۞۞

maablib.org

علیؑ کا نقشِ پا ہے اور میں ہوں
کمالِ انتہا ہے اور میں ہوں
درِ مشکلؑ کشا ہے اور میں ہوں
ہجومِ انبیاء ہے اور میں ہوں
بچھے جاتے ہیں قدموں میں ستارے
نجف کا راستہ ہے اور میں ہوں
نگاہِ دل ہے اور چہرہ علیؑ کا
جمالِ کبریا ہے اور میں ہوں
مرے وردِ زباں نادِ علیؑ ہے
شعارِ مصطفیؐ ہے اور میں ہوں

مرے افکار کا محور علیؑ ہیں
مسلسل ارتقاء ہے اور میں ہوں

وہ جس نے خضر کی بھی رہبری کی
اسی کا نقشِ پا ہے اور میں ہوں

حصارِ ذکرِ حیدرؑ میں ہوں آصفؔ
فضائے ہل اتیٰ ہے اور میں ہوں

لے آیا تخیّل مجھے میثمؑ کی گلی تک
پہنچوں گا اسی راہ سے اب مدحِ علیؑ تک
''پہنچا نہ کوئی منزلِ عرفانِ علیؑ تک''
محدود ہے ادراکِ بشر سرِّ خودی تک
ہے تیری رسائی کوئے اسرارِ خفی تک
یہ گرمیٔ بازارِ سلونی ہے تجھی تک
یہ دین بھی کامل نہ تھا من کنتُ سے پہلے
اللہ بھی راضی نہ تھا اعلانِ نبیؐ تک
کیا غیر کے در سے درِ حیدرؑ کا تقابل
اس در کے فقیروں میں ہیں قدسی و نبیؐ تک

آتی تھی یہ آواز در و بامِ حرم سے
یہ بت شکنی جائے گی خیبر شکنی تک

میثمؑ کی طرح تو بھی سنور عشقِ علیؑ سے
لے جائے گا یہ عشق تجھے بے خبری تک

آصفؔ مجھے مل جائے مرا حقِ مودّت
موت آئے نہ بینائی کو دیدارِ علیؑ تک

۞۞۞۞۞

maablib.org

میثمانہ فکر دے ، اسلوب دے قران کا
مجھ کو ہے درکار مطلع حمد کے عنوان کا

ذکر کیا اسلام کا ، کیا تذکرہ انسان کا
خود خدا مقروض ہے شبیرؑ کے احسان کا

میں قصیدہ لکھ رہا ہوں ایسے اک انسان کا
جس کا ہر اک وصف مظہر ہے خدائی شان کا

آ گیا بے اختیارانہ زباں پر یا علیؑ
جب بھی اندیشہ ہوا اسلام کو نقصان کا

جس یقیں سے میثمؓ و سلمانؑ کے دل لبریز تھے
میرے دل میں نور بھر دے تو اُسی ایقان کا

کُل کے مولا، کُلِ ایماں، کُلِ نعمت، کُلِ حق
ہے مکاں تا لامکاں چرچا ترے فیضان کا

کیا تقابل ہو کسی کا میرے مولاؑ سے کہ جو
در ہے شہرِ علم کا اور مرد ہے میدان کا

جو نگاہوں سے ہواؤں کی گرہ بھی کھول دے
کون ہے عقدہ کشا تیرے سوا اس شان کا

تو نہ ہوتا تو وجودِ کبریا مشکوک تھا
یعنی ہے تو ہی سبب اللہ کی پہچان کا

ہے تری ہی دسترس میں سرد و گرمِ کائنات
تو ہی ذمہ دار ہے اس عالمِ امکان کا

چشم ایقانِ نصیری سے علیؑ کو دیکھئے
دیکھنا ہو گر خدا ہونا کسی انسان کا

maablib.org

ایسا بشر علیؑ ہی ملا شش جہات میں
ہر معجزہ ہے جس کی حدِ ممکنات میں
کوئی نہیں سوائے علیؑ کائنات میں
جو بے ثباتیوں کو بدل دے ثبات میں
ہر خشک و تر کا ناظم و ناظر بھی ہے وہی
ہر ذی نفس کا رزق بھی ہے اس کے ہات میں
سیّارگاں کی چال پہ ہے اس کو اختیار
وہ چاہے تو ابھار دے سورج کو رات میں
ہم نے خدا کو مان لیا تجھ کو دیکھ کر
دیکھا نصیریوں نے خدا تیری ذات میں

شامل نہ کر علیؑ کے فضائل میں غیر کو
پیوندِ تیرگی نہ لگا بیّنات میں

اشکِ عزا ، ولائے علی ، خاکِ کربلا
رختِ سفر ہے اپنا یہ راہِ نجات میں

❁❁❁❁❁

maablib.org

مقتل پڑے کہ دار و رسن آئیں راہ میں
طے میثمانہ ہوگا سفر تیری چاہ میں

کچھ اس ادا سے کعبہ میں آئے تھے بوترابؑ
جیسے بہار دشتِ بے آب و گیاہ میں

اس طرح تھا وجود علیؑ کا نبیؐ کے بعد
جیسے کوئی چراغ دیارِ سیاہ میں

ایسے چلا وہ جانب خیبر پئے جدال
اک تیغ اک علَم تھا علیؑ کی سپاہ میں

حیدرؑ سے کل بھی دور تھے اہلِ ملوکیّت
الجھے ہوئے ہیں آج بھی پیچِ کلاہ میں

وہ فیضِ کردگار مسلسل سفر میں ہے
اُس کا نہیں پڑاؤ کسی خانقاہ میں

اے مظہرِ خدا یہ نصیری کو ہے یقیں
تو ہی نہاں ہے **اشھد ان لا الٰہ** میں

تو ناظرِ وجود و عدم ، عینِ کردگار
ہر شئے ہے کائنات کی تیری نگاہ میں

❁❁❁❁❁

maablib.org

کونین میں اللہ کی پہچان بنا کون
جز ربِ نصیری کے خدا جیسا ملا کون

ادراک پہ درہائے فلک کرتا ہے وا کون
کھولے ہے تحیّر کا ہر اک بندِ قبا کون

ہے کس کے تصرف میں قلمدانِ مشیّت
دیتا ہے سر انجام ہر اک امرِ خدا کون

ہیں کس کے لئے آئینہ اسرارِ الٰہی
دیتا رہا منبر سے سلونی کی صدا کون

آتا ہے کسے عقدہ کشائی کا سلیقہ
کرتا ہے رفو چاکِ گریبانِ ہوا کون

کہتے ہیں کسے اپنا خداوند نصیری
ہے رب کا گماں جس پہ وہ ہے عبدِ خدا کون

اِن سارے سوالات پہ دل مجھ سے یہ بولا
اس شان کا ممکن ہوا حیدرؑ کے سوا کون

۞۞۞۞۞

maablib.org

نور و نکہت لٹا رہی ہے ہوا
جشنِ حیدرؑ منا رہی ہے ہوا
لہجۂ گُل میں برسرِ گلشن
مدحِ حیدرؑ سنا رہی ہے ہوا
اپنے دامن میں جنتیں لے کر
کوئے حیدرؑ سے آ رہی ہے ہوا
گردِ پائے علیؑ کی کاہ کشاں
بامِ کُن پر سجا رہی ہے ہوا
جب سے دیکھا ہے مظہرِ رب کو
گُن نصیری کے گا رہی ہے ہوا

دیکھئے خُم میں کیسے گیسوں کے
رُخ سے پردا ہٹا رہی ہے ہوا

ہیں سقیفہ زدہ دیئے جتنے
اُن دیوں کو بجھا رہی ہے ہوا

اس کے تیور میں ذوالفقاری ہے
نقشِ باطل مٹا رہی ہے ہوا

لُو کی حدّت سے نسلِ سفیاں کو
مثلِ دوزخ جلا رہی ہے ہوا

آنے والے کی رہگزاروں میں
موسمِ گل بچھا رہی ہے ہوا

چھو لیا ہوگا پرچمِ عباسؑ
نور میں ڈھل کے آ رہی ہے ہوا

maablib.org

حیدرؑ کی ولایت کا گر اقرار نہیں ہے
وہ کوئی بھی ہو صاحبِ کردار نہیں ہے
جو دل سے نصیری کا طرف دار نہیں ہے
از روئے ولا کیا وہ گنہہ گار نہیں ہے
خیبر میں پیمبر کے عمل سے ہوا ظاہر
حیدرؑ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے
کیوں کر انہیں عشاقِ علیؑ میں کریں شامل
مقتل میں جنہیں جرأتِ اقرار نہیں ہے
یاں مدح سرائی کے لئے چاہئے میثمؒ
یہ دار ہے یہ کوچۂ دلدار نہیں ہے

مسلک میں فقیرانِ درِ علم و ہنر کے
معیارِ شرف جبّہ و دستار نہیں ہے

ہاں گاوِ زمیں سے حدِ سدرہ کے سفر تک
''رستہ میں علیؑ کے کوئی دیوار نہیں ہے''

جو فرق کرے مومن و کافر کے لہو میں
جز تیغِ علیؑ دوسری تلوار نہیں ہے

چہروں سے جھلکتا ہے نسب ذکرِ علیؑ میں
اب نسل پرکھنا کوئی دشوار نہیں ہے

ہم سے نہ الجھ مسندِ سفیان کے وارث
کیا یاد تجھے شام کا دربار نہیں ہے

ہوتی ہے عطا حسبِ طلب کم نہ زیادہ
دیتے ہیں علیؑ رزقِ ادب کم نہ زیادہ

جتنے بھی ہیں اسمائے خداوندِ دوعالم
حیدرؑ کے ہیں اتنے ہی لقب کم نہ زیادہ

دیکھی نہ سنی نعرۂ حیدرؑ کی سی میزان
بتلاتی ہے جو وزنِ نسب کم نہ زیادہ

عادل ہے عجب شان کی یہ تیغِ علیؑ بھی
ڈھاتی ہے حریفوں پہ غضب کم نہ زیادہ

معراج کی یہ شب ہو کہ ہجرت کی وہ شب ہو
اِس شب سے بہر طور وہ شب کم نہ زیادہ

آوازِ خدا سنتے ہی بولے یہ محمدؐ
لہجہ میں ہے حیدرؑ کا سا ڈھب کم نہ زیادہ

ہر ایک محمدؐ ہے گھرانے میں علیؑ کے
رتبے میں برابر ہیں یہ سب کم نہ زیادہ

جب حمد سنی مجھ سے تو بولا یہ نصیری
ہے تیرے خدا سے مرا رب کم نہ زیادہ

زہراؑ و علیؑ ، احمدؐ و حسنینؑ تا قائمؑ
ایماں کے ہیں یہ چودہ سبب کم نہ زیادہ

یزداں صفات ، کبریا آثار آگئے
عشاقو ! آؤ حیدرؑ کرار آگئے

کون و مکاں میں جشن چراغاں کا ہے سماں
''کعبہ میں آج حیدرِ کرار آگئے''

ویرانۂ سخن میں اذاں دی بہار نے
کاغذ پہ جوں ہی مدح کے اشعار آگئے

گونجے گی اب صدائے سلونی سے کائنات
ربِ علوم ، کاشفِ اسرار آگئے

جاری رہے گا تیرے فضائل کا یہ سفر
کیا غم جو زد پہ جبہّ و دستار آگئے

کس کے جمال کی یہ کشش ہے کہ اہلِ دل
ویران کرکے مصر کا بازار آگئے

چُپ کائنات ہوگئی جیسے ہی دار پر
مدحِ علیؑ کو میثمؓ تمار آگئے

سورج کو کیا اشارہ کیا بوترابؑ نے
خدمت میں سب ثوابت و سیار آگئے

خیبر میں جاں کے خوف سے اصحابِ مصطفیٰؐ
منظر سے ہٹ گئے پسِ دیوار آگئے

ظرف و ضمیر و نام و نسب آزمانے ہم
لے کر ثنائے حیدرؑ کرار آگئے

دیکھا ہمیں تو کہنے لگے یہ منافقین
چہرے چھپاؤ آئینہ بردار آگئے

❁❁❁❁❁

عشقِ علیؑ میں نشۂ سلماں کی ابتداء
ایماں کی انتہا پہ تھی ایماں کی ابتداء

اسمِ علیؑ سے ہوتی ہے قراں کی ابتداء
جس شان کا کلام اُسی شاں کی ابتدا

میں لکھ رہا ہوں ریگِ ہنر پر علیؑ کا نام
انگڑائی لے رہی ہے بہاراں کی ابتداء

بلقیسِ منقبت کی ہے آمد خیال میں
یاد آرہی ہے جشنِ سلیمانؑ کی ابتداء

مدحت سرا ہیں میثمِ تمار دار پر
دوشِ ہوا پہ دیکھ چراغاں کی ابتداء

چاکِ جدارِ کعبہ کے صدقے میں ہوگئی
رسمِ رفوءِ چاکِ گریباں کی ابتداء

طے کر رہی ہے حُسنِ تغیر کے مرحلے
اذنِ علیؑ سے عالمِ امکاں کی ابتداء

کُل آگہی ہے نقطۂ با کے حصار میں
اپنے کمالِ حد پہ ہے قرآں کی ابتداء

علمِ علیؑ کے آئینہ خانے میں آج تک
محوِ سفر ہے دیدۂ حیراں کی ابتداء

پہلا سخن تھا صبحِ ازل تیری چشم کا
کتنی حسیں تھی جنبشِ مژگاں کی ابتداء

جس موجۂ سخن نے سنواری ہے کائنات
اُس صوتِ کُن سے ہے ترے احساں کی ابتداء

زنجیر ٹوٹنے لگی انفاسِ زیست کی
گویا ہے تیری دید کے ساماں کی ابتداء

وقتِ نزولِ نادِ علیؑ سے ہے منسلک
ردِ بلائے گردشِ دوراں کی ابتداء

سنو کہ آج بھی آتی ہے یہ صدائے غدیر
بیانِ مقصدِ کونین ہے نوائے غدیر
غدیرِ خُم سے ہے کارِ پیمبری کا بھرم
رہی نبیؐ کی نبوت تو بر بنائے غدیر
جو سوچیئے تو یہی نعت بھی ہے حمد بھی ہے
اسی سبب تو ہے لب پر مرے ثنائے غدیر
میں جس گلی سے بھی گزروں کہے یہ خَلقِ خدا
یہی ہے وہ جسے کہتے ہیں سب گدائے غدیر
مرے لہو میں ہے شامل، مرے ضمیر میں ہے
حرارتِ غمِ شبیرؑ اور ولائے غدیر

بہم ہے ہم کو یہ نعمت سو ہم یہ جانتے ہیں
خدا کے ہونے کا ایقان ہے عطائے غدیر

اس آئینہ میں ہیں کُل کائنات کے منظر
ہمیں تو جلوۂ کونین ہے فضائے غدیر

سجے تو کیسے سجے قامتِ علیؑ کے سوا
جچے تو کیسے جچے غیر پر قبائے غدیر

نبیؐ بھی ، دین بھی ، قرآن بھی غدیر سے ہے
خدا کے ہونے کا ایقان بھی غدیر سے ہے

خیال و خواب تھا ورنہ یہ سب وجود و عدم
صدائے کُن کا یہ احسان بھی غدیر سے ہے

علوم ، عشق ، نمو ، رزق ، روشنی و بہار
کہ نعمتوں کا یہ فیضان بھی غدیر سے ہے

ہے غمگسارئ اندوہِ جاں کو ذکرِ علیؑ
دلوں کے چین کا سامان بھی غدیر سے ہے

ہر ایک دھوپ میں سایہ فگن ہے یادِ علیؑ
کہ یہ وسیلۂ صد شان بھی غدیر سے ہے

''ہزار جانِ گرامی فدائے نامِ علیؑ''
مری وِلا کا یہ پیمان بھی غدیر سے ہے

یہ جانتے ہیں ولائے علیؑ کے مستانے
سفر صراط کا آسان بھی غدیر سے ہے

وگرنہ ٹوٹ ہی جاتا پیمبری کا بھرم
نبیؐ کے ہاتھ یہ میدان بھی غدیر سے ہے

یہ اور بات کہ ہے منکرِ غدیر مگر
عدوئے دین پریشان بھی غدیر سے ہے

ہو خُم کا ذکر تو چہرے بیان دیتے ہیں
حسب نسب کی یہ پہچان بھی غدیر سے ہے

❁❁❁❁❁

دین خدا علیؑ سے ہے کعبہ علیؑ سے ہے
یعنی وجودِ رب کا حوالہ علیؑ سے ہے
نکھری حیات ، عشق علیؑ سے تو یہ کھلا
ایقان و اعتبار کی دنیا علیؑ سے ہے
روشن ہے کائنات سلونی کے نور سے
سب عِلم و آ گہی کا اُجالا علیؑ سے ہے
آواز آرہی ہے مسلسل غدیر سے
پیغمبری کا منصب و رتبہ علیؑ سے ہے
سلمانؓ ہوں کہ میثمؓ و بوزرؓ ہوں یا کمیلؓ
ان سب کی زندگی کا قرینہ علیؑ سے ہے

رُکنے نہ پائے اہلِ ولا ! زندگی کی رَو
دل کی حیات ، دل کا سکوں یا علیؑ سے ہے

اُس رشتۂ یقیں سے حسد کر رہا ہے دل
فکرِ نصیریؔت کا جو رشتہ علیؑ سے ہے

مرہونِ بوترابؑ ہے تنظیمِ کائنات
چلنا ہوا کا ، صبح کا ہونا علیؑ سے ہے

کبھی نہ مدحتِ حیدرؑ میں خوفِ دار کیا
شعارِ میثمِ تمار اختیار کیا
علیؑ نے ذہنِ بشر کے تصورِ رب کو
ہر ایک بندشِ ہیئت سے بے حصار کیا
علیؑ وہ مظہرِ یزداں ہے جس کے ہونے سے
خدا کے ہونے کا انساں نے اعتبار کیا
خزاں نصیب شجر پر لکھا جو نام علیؑ
تو موسموں نے اسے مصحفِ بہار کیا
نصیریوں کو خود ان کے یقین و عرفاں نے
کمالِ عشق میں یکتاء روزگار کیا

قطعہ

تطہیر خیز جوہر فکر و نظر رہے
حرفِ دعا کے سر پہ ردائے اثر رہے
چمکے گی پھر یہ لوحِ جبیں مثلِ آفتاب
خاکِ درِ بتول سے نسبت اگر رہے

maablib.org

مدارِ کُن ہے تو، ہر شئے کو نسبت ہے ترے در سے
کہ یہ سب اہتمامِ حُسنِ قدرت ہے ترے در سے

سرِ کون و مکاں اشیاء کی ترتیب و توازن میں
ثبات و اعتبار و استقامت ہے ترے در سے

ہمیں ہے سائباں ہر دھوپ میں سایا ترے در کا
تمازت میں مداوائے تمازت ہے ترے در سے

علیؑ بھی ہیں اُسی کے اور محمدؐ بھی اُسی کے ہیں
اُسی کا ہے خدا جس کو عقیدت ہے ترے در سے

تجھی سے ہیں فروغِ دینِ حق کے سلسلے سارے
کہ اِلا اللہ کی نشر و اشاعت ہے ترے در سے

بالآخر کربلا میں یہ حقیقت آ گئی کُھل کر
وجودِ کبریا کی ہر شہادت ہے ترے در سے

کہیں یہ صلح جو ہے اور کہیں یہ کربلا تیور
بہ ہر انداز دینِ حق کی نصرت ہے ترے در سے

ترا در چھوڑ کر ہم کیوں بگاڑیں عاقبت اپنی
خدا رکھے ترے در کو شفاعت ہے ترے در سے

پوچھتے کیا ہو کہ کیا ہے فاطمہؑ
کُل دعاؤں کی دعا ہے فاطمہؑ

دیکھ لے چشمِ بشر، ممکن نہیں
روشنی کی انتہا ہے فاطمہؑ

وصفِ پیغمبرؐ سے تا وصفِ امامؑ
آئنہ در آئنہ ہے فاطمہؑ

تیری مرضی، مرضیِٔ معبود ہے
تو مشیت آشنا ہے فاطمہؑ

امتیازِ حق و باطل کے لئے
امرِ حق کا فیصلہ ہے فاطمہؑ

فیصلہ یہ ہوگیا عاشور کو
فاتحِ روزِ جزا ہے فاطمہؑ

کربلائے ذات کے آشوب میں
دل زدوں کا مدعا ہے فاطمہؑ

تربیت پائی ہے زینبؑ نے جہاں
صبر کا وہ مدرسہ ہے فاطمہؑ

کائناتِ دل یہی دو نام ہیں
اک علیؑ اور دوسرا ہے فاطمہؑ

maablib.org

ہے اک ہجومِ فضائل اُس آستانے پر
جہاں ہوا ہے مقرر دیئے جلانے پر

ہے دست بستہ مشیّت تری حضوری میں
کہ اختیار تجھے کُن کے کارخانے پر

ہر اک محاذ پہ توحید کا بھرم رکھا
''خدا کو ناز ہے زہراؑ ترے گھرانے پر''

ہے کون تجھ سا زمانے میں صابر و شاکر
کہ بددعا بھی نہ کی تو نے دل دکھانے پر

فدک پہ تیری وراثت کے منکروں کے خلاف
گواہی دے گی یہ تاریخ وقت آنے پر

فروغِ دینِ الٰہی کی ذمہ دار ہے تو
ہے قرض تیری مودّت ہر اک زمانے پر

جہادِ اشکِ عزا کا نہ سلسلہ ٹوٹا
یزیدِ وقت ہمیشہ رہا نشانے پر

درِ بتولؑ پہ چل شام ہوچکی اب تو
کہ لطف نیند کا ہے اپنے ہی ٹھکانے پر

ترے حسینؑ کے ہیں کتنے جانثار آخر
یہ بات ہوگئی روشن دیا بجھانے پر

❁❁❁❁❁

طُور کے جلوے میں شامل مرکز تطہیر ہے
نورِ یزداں تیری جھلمل ، مرکزِ تطہیر ہے
''نقطۂ با کے مماثل ، مرکزِ تطہیر ہے''
ہے علیؑ ایماں کی جاں ، دل مرکزِ تطہیر ہے
منزلِ تقدیسِ عصمت کی حدِ آخر بتولؑ
سجدۂ مریمؑ کے قابل مرکزِ تطہیر ہے
ایک ہی ہے نورِ رب ، نورِ نبیؐ ، نورِ علیؑ
اور اس وحدت میں شامل مرکزِ تطہیر ہے
اختیارِ فاطمہؑ میں ہے مشیت کا نظام
مرضیِ یزداں کی حامل ، مرکزِ تطہیر ہے

گردشِ افلاک کا محور تری تسبیحِ پاک
جانِ ترتیبِ منازل مرکزِ تطہیر ہے

دست بستہ ہیں حضوری میں سفیرانِ عُلوم
آیتوں کی صدرِ محفل ، مرکزِ تطہیر ہے

مدحِ زہراؑ میں کوئی کشف و کرامت تو کرو
لوحِ مدحت کو دھنک، حرف کو نکہت تو کرو

خود کو آمادہ پئے راہِ صداقت تو کرو
حُر کے رستے پہ چلو شام سے ہجرت تو کرو

جو ہے واجب وہ ادا اجر رسالت تو کرو
''خلد مل جائے گا زہراؑ سے مودّت تو کرو''

واعظو، سورۂ کوثر کی ہے کیا وجہِ نزول
باضمیرانہ ذرا اس کی وضاحت تو کرو

پیشِ اربابِ ستم کلمۂ حق کھیل نہیں
جرأتِ فاطمہؑ زہرا کی سی جرأت تو کرو

ہمسری کا ہے تمہیں شوق اگر زہراؑ سے
پہلے تم تابعِ دل امرِ مشیت تو کرو

آپ کُھل جائیں گے زہراؑ کے فضائل تم پر
باوضو فکر سے قرآں کی تلاوت تو کرو

جا بہ جا مدحتِ زہراؑ کی سجاؤ محفل
اہتمامِ سخنِ حرفِ صداقت تو کرو

ایسا بدلے گا مقدّر کہ ہو حُر کو حیرت
درِ زہراؑ پہ بیاں قصۂ غربت تو کرو

''نورِ کون و مکاں ہے چادر میں''

طُور جیسا سماں ہے چادر میں

سارے سیارگاں ہیں محوِ طواف

محورِ دو جہاں ہے چادر میں

ہیں حضوری میں نعمتیں ساری

کُن کی روحِ رواں ہے چادر میں

گنجِ کونین کی حقیقت کیا

عالمِ لامکاں ہے چادر میں

نور میں نور ہی کے ہیں پیوند

جا بہ جا کہکشاں ہے چادر میں

فرشِ راحت پہ گھر میں زہراؑ کے
رحمتِ بیکراں ہے چادر میں

ہفت افلاک جس کی گردِ قدم
ایسا اک کارواں ہے چادر میں

ہم فقیروں کا تذکرہ کیا ہے
رازقِ قدسیاں ہے چادر میں

تقدیس کا سخن بھی ، آیات کی نوا بھی
قرآن ہی لگے ہے ہم کو تری ثنا بھی
تو پرتوِ علیؑ بھی ، تو نورِ مصطفیؐ بھی
ہے نورِ اوّلیں میں شامل تری ضیا بھی
تیری فضیلتوں کی ہے کوئی انتہا بھی
تو خود ہی عکسِ جلوہٗ تو خود ہی آئنہ بھی
کتنی ہی نعمتیں ہیں دنیائے منقبت میں
خوشبو، دھنک، اجالے، جنت صفت ہوا بھی
مدحت میں فاطمہؑ کی جب ہوگیا قصیدہ
حسنینؑ مسکرائے ، زینبؑ نے دی دعا بھی

تو مظہرِ رسالت ، تو محورِ امامت
تو آیتوں کا مصدر ، تو نازشِ خدا بھی

انداز حیدرانہ ، تیور پیمبرانہ
یکجا ہوئے ہیں تجھ میں اوصافِ کبریا بھی

گھر سے ترے چلی ہے ہر رسمِ دیں پناہی
اس تیری سروری کا ممنون ہے خدا بھی

یہ در ہے فاطمہ کا یہ ہے سائلوں کی جنت
اس در کے سائلوں میں قدسی بھی انبیاء بھی

سن کر صدائے دل وہ رنج و غم و محن میں
امداد کو نہ آئیں ایسا کبھی ہوا بھی

سایا کئے ہوئے ہے ہم پر دعائے زہراؑ
طے ہوگیا سکوں سے محشر کا مرحلہ بھی

حوروں نے آیتوں سے چادر تری بُنی ہے
قرآن کا ورق ہے گویا تری ردا بھی

❁❁❁❁❁

حقِ زہراؑ کا دعویٰ برملا ہوتا رہے گا
فدک کے غاصبوں سے معرکہ ہوتا رہے گا
قسم میثمؓ کی دل مدحت سرا ہوتا رہے گا
ہواؤں میں بھی روشن یہ دیا ہوتا رہے گا
نہ آئے گا حصارِ دید میں عکسِ تجلی
زرِ بینائی صرفِ آئنہ ہوتا رہے گا
رہے گا مدحتِ زہراؑ کا جب تک سلسلہ یہ
حریفِ حق جو ہے ہم سے خفا ہوتا رہے گا
فضائل جس قدر تجھ پر علیؑ کے ہوں گے روشن
تجھے اتنا ہی ادراک خدا ہوتا رہے گا

ہے جس کو بغض عرفان و علوم و آگہی سے
علیؑ کے ذکر سے وہ بے مزا ہوتا رہے گا

مشیّت پر ازل سے فاطمہؑ کا ہی اجارہ ہے
ابد تک فاطمہؑ ہی کا کہا ہوتا رہے گا

چراغِ خطبۂ زہراؑ کی لو بڑھتی رہے گی
تکبر کج کلاہوں کا ہوا ہوتا رہے گا

یقیں ہے ذکرِ اہلِ بیت کے صدقے میں اے آصفؔ
نہ ہوں گے ہم ہمارا تذکرہ ہوتا رہے گا

پہلے نظر اتاری خدا نے بتولؑ کی
پھر ہمرہی میں دے دیا نفسِ رسول کی

زہراؑ کو اختیار ، سزا و جزا کا ہے
ہاتھوں میں باگ ڈور ہے رد و قبول کی

تسبیحِ فاطمہؑ کی مسیحائی دیکھنا
صورت نکھر گئی مرے قلبِ ملول کی

پھر تو تری نجات کا امکان ہی نہیں
تو نے اگر نمازِ مودّت میں بھول کی

کُل موسموں میں گلشنِ توحید کی بہار
ممنون ہے ، رہے گی محمدؐ کے پھول کی

دل پر عدوے دیں کے گراتی تھی بجلیاں
وہ ذوالفقار جیسی خطابت بتولؑ کی

مدحت سرا ہیں سورۂ کوثر کی آیتیں
زہراؑ سے گُل بہار ہے نسلِ رسول کی

یہ روشنی ہے کیا یہ بہار اور دھنک ہیں کیا
سب صورتیں ہیں یہ ترے قدموں کی دھول کی

آؤ ولائے آلِ محمدؐ کی بزم میں
گر جستجو ہے دین کے اصلِ اُصول کی

مدارِ امرِ مشیت بتولؑ ہیں کہ نہیں
کُل انبیاء کی عبادت بتولؑ ہیں کہ نہیں

یہ بات پوچھئے تاریخِ حق و باطل سے
صداقتوں کی ثقافت بتولؑ ہیں کہ نہیں

بہ روئے آیۂ تطہیر میرے دیدہ ورو
بتاؤ نازشِ عصمت بتولؑ ہیں کہ نہیں

یہ کیجئے فیصلہ اندازِ دیں پناہی سے
بقائے دیں کی ضمانت بتولؑ ہیں کہ نہیں

ازل میں جس کو ہوا منصبِ خدائی عطا
وہ اعتبارِ مشیت بتولؑ ہیں کہ نہیں

به روزِ حشر حقیقت یہ کُھل ہی جائے گی
خدا کے پاس عدالت بتولؑ ہیں کہ نہیں

جواب اشکِ غم شہؑ سے پوچھ اے دنیا
سبیلِ سایۂ رحمت بتولؑ ہیں کہ نہیں

بشر حسینؑ سا جس نے دیا زمانے کو
وہ درسگاہِ شہادت بتولؑ ہیں کہ نہیں

maablib.org

رکھا حسنؑ نے ایسے بھرم اختیار کا
نوکِ قلم سے کام لیا ذوالفقار کا

مدحِ حسنؑ سے حرف کو توقیر مل گئی
باندھا ادب نے سر پہ عمامہ وقار کا

ذکرِ حسنؑ سے وادیٔ ہستی مہک اٹھی
اترا دل و نظر پہ صحیفہ بہار کا

جب بھی حسنؑ کو ہم نے صدا دی پئے مدد
موسم سرِ خیال رہا اعتبار کا

پرتو ہے ، استعارہ ہے ، اک اعتبار ہے
صلحِ حسنؑ مشیتِ پروردگار کا

maablib.org

صلحِ حسنؑ سے معرکۂ کربلا تلک
تاریخ بُن رہی تھی کفن کج مدار کا

داغِ ماتم سے چشمِ نم سے لیا
خلد میں گھر متاعِ غم سے لیا
صلحِ شبر کا کیوں نہ چرچا ہو
"کام تلوار کا قلم سے لیا"
صبر زہراؑ سے، علم حیدرؑ سے
حُسن سیرت شہِ امم سے لیا
نورِ یزداں سے یہ صدا آئی
رخِ شبر نے نور ہم سے لیا
کاسۂ زندگی میں جو کچھ ہے
ہم نے اس مخزنِ کرم سے لیا

جذبِ ایثار و انکسار و خلوص
یہ تمدّن ترے حشم سے لیا

ہے رسائی مری فلک سے پرے
یہ سلیقہ ترے قدم سے لیا

کُند کرنا قلم سے خنجر کو
یہ ہنر نازشِ امّم سے لیا

نصرتِ حق میں جاں لٹا دینا
درس یہ وارثِ علم سے لیا

ہے بہ قدرِ طلب عطا تیری
کام کب تو نے بیش و کم سے لیا

ظلم کو ظلم ، حق کو حق لکھنا
حوصلہ یہ ترے قلم سے لیا

صلحِ حسنؑ ہے صلحِ پیمبرؐ لئے ہوئے
یعنی جلالِ صبر کے تیور لئے ہوئے

باطل کو اختیارِ امامت کی کیا خبر
مرضی ہے تیری مرضیٔ داور لئے ہوئے

سفیانیت کے مدِّ مقابل ترا قلم
چلتا ہے ذوالفقار کے تیور لئے ہوئے

شبرؑ سے صلح کرنے چلا ہے امیرِ شام
لوح و قلم کی آڑ میں خنجر لئے ہوئے

کشتِ ادب میں سبز اجالوں کا ہے نزول
لوحِ سخن ہے مدحتِ شبرؑ لئے ہوئے

صلحِ حسنؑ کے سائے میں بیٹھی ہے کربلا
یہ آئینہ ہے دور کا منظر لئے ہوئے

اُس سمت کربلا میں تکبر یزید کا
قاسمؑ اِدھر شجاعتِ شبرؑ لئے ہوئے

اشکِ غمِ حسینؑ کی زد پر نہ آئیو
یہ اشکِ غم ہیں زورِ سمندر لئے ہوئے

آصفؔ بہارِ مدحتِ شبرؑ ہے اِن دنوں
شاخِ سخن ہے حرفِ گُلِ تر لئے ہوئے

لوحِ جاں پر ہے ترا نام اجالوں سے رقم، اے حسنؑ، شاہِؑ زمن
تیری خوشبو سے ہے آسودگیٔ دل کا بھرم، اے حسنؑ، شاہِؑ زمن

صف بہ صف ہیں ترے کوچے میں فقیہانِ امم، اے حسنؑ، شاہِؑ زمن
تو ہے منشائے خدا، علمِ علیؑ، نورِ حرم، اے حسنؑ، شاہِؑ زمن

تیری مدحت سے فروزاں ہے مری مشعلِ فن، تُو میرا حرفِ سخن
تیری عظمت کے قصیدوں سے مہکتا ہے قلم، اے حسنؑ، شاہِؑ زمن

صلح نے تیری ابھارے ہیں یہ تکبیر کے رنگ، دلِ مومن کی امنگ
تیرے ہی صبر کے باعث نہ بجھی شمعِ حرم، اے حسنؑ، شاہِؑ زمن

ترے ادراک میں تھا معرکۂ کرب و بلا ، وارثِ امرِ خدا
اوج پر تیرے تدبّر نے رکھا ، دِیں کا علَم ، اے حسنؑ ، شاہِ زمن

نہیں تاریخِ وغا میں کہیں اس طرز کی جنگ ، نہ تبر تھا نہ خدنگ
صبر پرچم تھا ترا ، فوج تری لوح و قلم ، اے حسنؑ ، شاہِ زمن

سر بکف ، سینہ سپر ہیں یہ ترے اہل وفا ، تجھ پہ سو جاں سے فدا
کسی طوفاں میں بھی پیچھے نہ ہٹے ان کے قدم ، اے حسنؑ ، شاہِ زمن

اِن دنوں ہم بھی ہیں سفیان ضمیروں کا ہدف ، دلبر شاہِ نجف
کاش اس سمت بھی ہو جائے ترا لطف و کرم ، اے حسنؑ ، شاہِ زمن

❁❁❁❁❁

جہادِ صبر کرنے جب چلا حق کی قیادت میں
قلم نے تیغ کے جوہر دکھائے جوشِ نصرت میں
کچھ اس انداز سے صلحِ حسنؑ کی روشنی پھیلی
امیرِ شام کو دفنا دیا خود اس کی ظلمت میں
بساطِ شر الٹ دی جنبشِ خامہ سے شبرؑ نے
مثال ایسی کوئی ملتی نہیں بابِ فراست میں
زہے قسمت کہ ہوں مشغولِ حق میں برسرِ منبر
حسنؑ کا ذکر شامل ہے مودّت کی عبادت میں
نہ پوچھو اہلِ دل تم بیکرانی دشتِ مدحت کی
یہاں ہر ایک ذرہ ہے بیاباں اپنی وسعت میں

کوئی گردش بھی اس کی گردِ پا کو چھو نہیں سکتی
کہ جس نے بھی مقدر دے دیا حُر کی ضمانت میں

جگہ مجھ کو بھی مل جائے گی آصفؔ ان کے قدموں میں
حضورِ شہؑ چلا ہوں میں ندامت کی قیادت میں

اِس حقیقت کا حوالہ سورۂ کوثر میں ہے
احمدؐ و عترتؑ کا دشمن حلقۂ ابتر میں ہے
خوش نصیبی کا یہی پیمانہ بھی معیار بھی
جو خطِ تقدیر دستِ حُر میں اور قنبر میں ہے
صاحبو ہے حُسن شبرؑ ہی کا صدقہ بالیقیں
یہ زرِ تنویر جو کچھ کاسۂ خاور میں ہے
صلح کی ہے حوصلہ رکھتے ہوئے بھی جنگ کا
وحدتِ صبر و شجاعت پیکر شبرؑ میں ہے
ہر غرورِ کج کلاہاں ، اے سفیرِ کردگار
تیری ٹھوکر میں تھا کل بھی آج بھی ٹھوکر میں ہے

امنِ عالم کے لئے منشور ، اے اقوام دہر
صلحِ شبرؑ میں ہے یا پھر صلحِ پیغمبر میں ہے
صبر ، حلم و آشتی ، ضبط و تحمل ، درگزر
امن کا ہر عنصر و جوہر ترے پیکر میں ہے

صلحِ حسنؑ کا یہ بھی اک اعجاز دیکھئے
نوکِ قلم میں تیغ کے انداز دیکھئے

مدحِ حسنؑ کا حُسن مہکتا ہے چار سو
لوح و قلم کی جلوہ گہہ ناز دیکھئے

پروانۂ نجات کا رکھتے ہیں اختیار
اس در کے سائلوں کا یہ اعزاز دیکھئے

کبرِ ملوکیت کے پرخچے اڑا دیئے
صبرِ حسنؑ کا رُعبِ حشم ساز دیکھئے

سفیانیت کی سازشِ پیہم کے باوجود
اقدامِ مجتبیٰؑ ہے سرافراز دیکھئے

صلحِ حسنؑ ہے پہلا قدم سوئے کربلا
عاشور کے سفر کا یہ آغاز دیکھئے

قاسم جلالِ حضرتِ شبرؑ کی ہیں دعا
تصویر ہوگئی ہے وہ آواز دیکھئے

وہ منبر علیؑ کا اک ایسا خطیب ہے
جس کی خموشیاں ہیں سخن ساز دیکھئے

طیبہ سے تا بہ شام مسلسل سفر میں ہے
صبر حسنؑ کی قوتِ پرواز دیکھئے

۞۞۞۞۞

یزداں شعار ، کاشفِ اسرار آ گیا
لو جانشینِ حیدرِ کرار آ گیا

گُم ہو رہے ہیں شام کے ظلمت کدے تمام
کس شان کا یہ مطلعِ انوار آ گیا

صلحِ حسنؑ کے کشف و کرامات دیکھئے
خامہ کو بھی قرینۂ پیکار آ گیا

زہراؑ کے گھر میں خُلقِ پیمبرؐ لئے ہوئے
امن و اماں کا قافلہ سالار آ گیا

پائے حسنؑ پہ رکھ دیا سر کج کلاہی نے
قدموں تلے تکبرِ دستار آ گیا

آئے حسنؑ تو دینِ محمدؐ نے دی صدا
کربِ و بلا کا معنوی معمار آ گیا

ابنِ رسول اک ترے اقدامِ صلح سے
کھل کر امیرِ شام کا کردار آ گیا

maablib.org

سرسبز اجالوں کے موسم پھر کشتِ سخن تک آئے ہیں
تخیل نے تیری مدحت میں کیا رنگِ ہنر برسائے ہیں

کب نورِ سحر کے رستے میں دیوار ہوئی ہے تیرہ شبی
کب گرد و غبارِ ظلمت نے خورشید حرم دھندلائے ہیں

یہ نکہتِ گل ، یہ قوس و قزح ، یہ موجِ صبا یہ تابِ نظر
یہ لوح و قلم ، یہ حرفِ ہنر ہم اس کی گلی سے لائے ہیں

کیا شہرِ نجف ، کیا کرب و بلا ، کیا ارضِ خراساں ، کیا بطحا
ہم دیدہ وروں کی نظروں میں یہ جاں سے گراں سرمائے ہیں

ہوں لوح و قلم یا تشنہ لبی یا موجۂ خوں ، یا دیدۂ تر
اے دینِ محمدؐ یہ تیری تشہیر کے سب پیرائے ہیں

وہ سبز شجر ہے صلحِ حسنؑ تاریخ کے تپتے صحرا میں
کچھ دیر مسافر کربل کے جس پیڑ تلے ستائے ہیں

maablib.org

روند ڈالا رعبِ باطل ہیبتِ شبیرؑ نے
ڈھا دیا قصرِ یزیدی خالقِ تعمیر نے
جب بھی دیکھا کربلا کو چشمِ حیرت گیر نے
اِک نیا منظر دیا پس منظرِ تصویر نے
حُر کا جادہ چھوڑ کر اپنائی جس نے راہِ غیر
در بدر اس کو پھرایا گردشِ تقدیر نے
زندگانی مل گئی اور جاں کنی جاتی رہی
جب ہوائے کربلا میں سانس لی تکبیر نے
تھے سراپا سیدِ سجاد ، پیغامِ حسینؑ
مقصدِ شہ کو کیا زنجیر کب زنجیر نے

کربلا ہی ایک ایسا معرکہ ہے کہ جہاں
صبر کو سجدے کیے ہیں سطوتِ شمشیر نے

❁❁❁❁❁

MAAB 1431
maablib.org

تو فیضِ مشیت کا وہ اعجازِ ہنر ہے
جو دھوپ میں سایا ہے تو ظلمت میں سحر ہے
آرزدہ دلوں کے لئے تو حرفِ تسلّی
تو تیز ہواؤں میں چراغوں کی سپر ہے
پائندگی امرِ رسالت کا سبب تو
سجدہ ترا سرمایہ توقیرِ بشر ہے
ہر لمحۂ موجود تصرف میں ہے تیرے
ہر لمحۂ آئندہ ترے پیشِ نظر ہے
سیارے، زمیں، بامِ فلک سب ترے جادے
یہ وقت کا پھیلاؤ تری گردِ سفر ہے

عاشور کی شب حُر سے کہا حُر کے یقیں نے
یہ شب نہیں یہ تیرے مقدّر کی سحر ہے
کچھ یوں ہے کہ اندیشۂ فردا نہیں مجھ کو
آصف مرے احوال کی سب اس کو خبر ہے

تری مدحت کے سارے رنگ ہیں ہر مصرعۂ تر میں
سو یوں آیات ہیں حرفِ سخن یہ اپنے تیور میں
فروغِ روشنی کا استعارہ بن گئیں آنکھیں
ترے غم نے عجب تاثیر بھر دی دیدۂ تر میں
نہیں کچھ بھی نہیں اشکِ غمِ شبیرؑ کے آگے
جو ہے اک دلکشی تابانیٔ ماہِ منور میں
علَم تیرے سبب ہے اوج پر حرفِ صداقت کا
سو شامل کر دیا ہم نے قلم کو تیرے لشکر میں
کیا زنجیر مشکیزہ سے تو نے زورِ طوفاں کو
نہیں تھا فرق کچھ عباسؑ اور بپھرے سمندر میں

خطوطِ کربلا شہؑ کے لہو سے کھنچ گئے ورنہ
ادھورا پن بہت محسوس ہوتا کُن کے منظر میں

"دین کو زندہ کیا شبیرؑ نے"

جاودانی دی مگر ہمشیر نے

حُر کو حق کا استعارہ کردیا

صبحِ عاشورہ تری تکبیر نے

دین کو باقی رکھا ہے آج بھی

ذکرِ حیدرؑ اور غمِ شبیرؑ نے

خطبۂ زہراؑ کو تازہ کردیا

ثانیٔ زہراؑ تری تقریر نے

کربلا تا شام فرمانِ حسینؑ

اپنے لہجہ میں پڑھا زنجیر نے

تیر کھا کر مسکرانے کی ادا
لوح امکاں پر لکھی بے شیر نے
گردنِ بے شیر کے بوسہ لئے
خوابِ ابراہیمؑ کی تعبیر نے
عالمِ امکاں منور ہوگیا
روشنی کی اس قدر تطہیر نے

رقم تیری فضیلت کر رہا ہوں
میں سیر باغِ جنت کر رہا ہوں

زباں پر ہیں سخن تیری ثنا کے
بیاں حرفِ صداقت کر رہا ہوں

یزیدیت سے ہے پیکار میری
حسینیت کی نصرت کر رہا ہوں

ادا اجرِ رسالت ہو رہا ہے
عمل عینِ شریعت کر رہا ہوں

ہے جن کی دسترس میں کبریائی
اُنہیں ہاتھوں پہ بیعت کر رہا ہوں

نمازِ حق ہے اور ان کا تصور
عبادت در عبادت کر رہا ہوں
دعائیں دے رہی ہیں امِ لیلیٰ
''علی اکبر کی مدحت کر رہا ہوں''
بیانِ حق کی منزل آ گئی ہے
طلب اذنِ شہادت کر رہا ہوں
نجف کے ضوفشاں ذرّوں سے آصفؔ
میں کسبِ نورِ حکمت کر رہا ہوں

❁❁❁❁❁

maablib.org

جز حبِ نبیؐ و آلؑ نبی ، پیمانۂ ایماں کیا ہوگا
عترت سے مودّت ہو نہ جسے وہ شخص مسلماں کیا ہوگا

شبیرؑ شعورِ صبر و رضا ، شبیرؑ متاعِ عزم و یقیں
شبیرؑ کا غم ہو جس دل میں وہ غم سے پریشاں کیا ہوگا

شبیرؑ دلیلِ فخرِ بشر ، شبیرؑ کمالِ فکر و نظر
"شبیرؑ صدائے عالم ہیں شبیرؑ سا انساں کیا ہوگا"

شبیرؑ عمل میں عینِ نبیؐ ، شبیرؑ اساسِ قربِ خدا
شبیرؑ کا عرفاں ہو نہ جسے وہ محرمِ قراں کیا ہوگا

ہر فکرِ یزیدیت کے لئے شبیرؑ خدا کی حجت ہیں
شبیرؑ سا رہتی دنیا تک اب دوسرا انساں کیا ہوگا

رہتا ہے جہاں شبیرؑ کا غم، بہتی ہے جہاں اشکوں کی ندی
ہے جس کی کمائی خلد بریں وہ دیدۂ گریاں کیا ہوگا
ہر رشتہ توڑ کے باطل سے حُر جس کی طلب میں نکلا تھا
وہ نورِ مجسم کیا ہوگا، وہ مظہرِ یزداں کیا ہوگا
ہر تشنۂ علم و دانائی سیراب جہاں پر ہوتا ہے
وہ چشمۂ دانش کیا ہوگا وہ دجلۂ عرفاں کیا ہوگا
اے دیدہ ورو کیونکر ہو بیاں، ہے تنگیٔ فکر و نطق و زباں
اسلام ہے جس کے سائے میں وہ گوشۂ داماں کیا ہوگا

❀❀❀❀❀

غم رزق پا رہا ہے غمِ بے مثال سے
اچھی گزر رہی ہے دلِ پُر ملال سے

ہم کربلائے عصرِ رواں میں ہیں دوستو
ملتے ہیں حُر مزاج یہاں خال خال سے

فرشِ عزا سے دوری کا انجام دیکھ لو
دل مضمحل تو حوصلے بھی ہیں نڈھال سے

ذکرِ غمِ حسینؑ کی مجلس بپا کرو
دل بیٹھ جائے جب کسی بارِ ملال سے

اشکِ غمِ حسینؑ سے اپنا وجود ہے
یہ لَو بجھی تو ہم بھی گئے خدوخال سے

مظلومِ کربلا تری ہیبت کے میں نثار
لرزیدہ کائنات ہے تیرے جلال سے

اعجاز یہ حسینؑ کے لطف و کرم کا ہے
حُر آگیا نکل کے جو بُرجِ زوال سے

صحنِ حرم میں پھیلی ہوئی ہے جو روشنی
کرتی ہے کسبِ نور وہ تیرے جمال سے

اے حاملِ علومِ علیؑ ، وارثِ حسینؑ
آ اور نجات دے ہمیں قحط الرّجال سے

در ترا چھوڑ کے میں تو نہیں جانے والا
لطف یہ اور کہاں اپنے ٹھکانے والا
محفلِ مدحتِ شبیرؑ سجانے والا
ہے وہی خاک پہ افلاک بچھانے والا
داغِ ماتم ہے جو سینہ پہ سجانے والا
چہرۂ شب کو ہے مہتاب بنانے والا
بارِ کونین کو پلکوں سے اٹھا لیتا ہے
پرچمِ حضرتِ عباسؑ اٹھانے والا
غمِ شبیرؑ ہے بس ہاں غمِ شبیرؑ ہی ہے
غمِ دنیا کے بکھیڑوں سے بچانے والا

جز حسینؑ ابن علیؑ کوئی نہیں ، کوئی نہیں
آندھیوں میں بھی چراغوں کو جلانے والا

جو مقدّر میں نہیں وہ بھی عطا کرتا ہے
حُر کا رستہ رہِ جنت سے ملانے والا

وہ کوئی اور نہیں وہ ہے عزادارِ حسینؑ
نسلِ سفیان کی نیندوں کو اڑانے والا

اپنے سائے میں وہ رکھتا ہے اکہتر سورج
شمعِ محفل شبِ عاشور بجھانے والا

❁❁❁❁❁

مکتب حسینیت ہے ہر اک انقلاب کا
ظلمت شکن ہے نور اِسی آفتاب کا

کرب و بلا یقین کی حدِ کمال پر
زندہ مظاہرہ ہے براہیمی خواب کا

ظُلمات سے وہ حرؑ کا سفر نور کی طرف
اک معجزہ ہے سبطِ رسالت مآب کا

مصروف ہوں نمازِ ثنائے حسینؑ میں
اپنا تو بس یہی ہے وسیلہ ثواب کا

سفیانیت کا حبس ہے اور ہم ہیں ان دنوں
در کھول دے زمیں پہ کرم کے سحاب کا

جنت سے آ رہی ہیں بہاریں پئے طواف
آج ایسا ایک پھول کِھلا ہے گلاب کا

ہم کو لحد کا برزخ و محشر کا ڈر نہیں
دستِ کرم ہے ہم پہ شفاعت مآب کا

صبر بتولؑ ، ضربِ علیؑ ، سجدۂ حسینؑ
سرمایہ کُل یہی ہے رسالت مآبؐ کا

وہ نصرتِ حسینؑ میں دیکھو حبیبؓ پر
آیا ہے پھر سے لوٹ کے موسم شباب کا

ہوگی کبھی تو بارشِ انوارِ کبریا
لمحہ کبھی تو آئے گا کشفِ حجاب کا

ہر ایک جاں نثارِ شہؑ دیں کو دیکھئے
منہ بولتا ورق ہے خدا کی کتاب کا

ممنون ہے تبسمِ اصغر کی کربلا
دنیا جواب لا نہ سکی اُس خطاب کا

سفیرِ صدق رہی ، حق کی پاسبان رہی
متاعِ لوح و قلم تیری داستان رہی
غموں کی دھوپ میں جب جب تجھے پکارا ہے
اک اعتبار کی رَو مثلِ سائبان رہی
کمالِ شوقِ شہادت ، وفا و صبر و یقیں
حسینیت بہ ہر انداز کامران رہی
اٹھا سوال نہ بیعت کا پھر حسینؑ کے بعد
میانِ باطل و حق کربلا چٹان رہی
نگاہِ وقت میں ہے سرمۂ وفا کی طرح
وہ تیرگی جو اجالوں کا امتحان رہی

قطعہ

دشتِ امکاں پہ چھا گئی تھی فرات
انتہا اپنی پا گئی تھی فرات
تیری آنکھوں میں رُعب ایسا تھا
ترے چلّو میں آ گئی تھی فرات

ہوئے معمور جب حرفِ سخن تیری عبادت پر
قلم نے شکر کے سجدے کیئے قرطاسِ مدحت پر

شفا اسلام نے پائی تو اک تیرے سبب پائی
مگر تاریخ کتنی چُپ ہے اس زندہ حقیقت پر

سبک تھی تیرے قدموں کو سلاسل کی گرانی بھی
بشر کو ناز ہے کیا کیا تری شانِ شجاعت پر

اِدھر قرطاسِ دل پر میں نے لکھی منقبت تیری
اُدھر رضواں نے میرا نام لکھا بابِ جنت پر

خس و خاشاک کی صورت یزیدیت بکھر جاتی
نہ ہوتا صبر تیرا گر اثر اندازِ قدرت پر

دلِ حُر کو اگر شہؑ نے بدل ڈالا تو حیرت کیا
مکمل دسترس رکھتے ہیں وہ ہر شے کی فطرت پر

وسیلہ ہیں شفاعت کا ہماری کربلا والے
نہ مانو تم تو رکھو فیصلہ روزِ قیامت پر

❁❁❁❁❁

دلوں کو درد کی لذّت ملی ہے عابدؑ سے
غمِ حسینؑ سی نعمت ملی ہے عابدؑ سے
شعورِ حق کی شہادت ملی ہے عابدؑ سے
ملی ہے جو بھی بصیرت ملی ہے عابدؑ سے
سجود و صبر و تشکر ، دعائیں اور گریہ
خدا پسند ثقافت ملی ہے عابدؑ سے
یہ ہم میں جرأتِ دیدار ہے سو یوں ہے کلیم
کہ چشمِ دل کو بصارت ملی ہے عابدؑ سے
ہمیں اے اہلِ ستم خوف کیا اسیری کا
کہ حق نوائی کی جرأت ملی ہے عابدؑ سے

تجھے اے طوق و سلاسل گلے لگاتا کون

تجھے یہ عزت و حرمت ملی ہے عابدؑ سے

وگرنہ دیدۂ تر کون تیرا پُرساں تھا

تجھے نویدِ شفاعت ملی ہے عابدؑ سے

غمِ جہاں کا مداوا غمِ حسینؑ میں ہے

ہم اہلِ غم کو یہ نعمت ملی ہے عابدؑ سے

حسینیت کے قرینے دیئے ہیں زینبؑ نے

حسینیت کی شریعت ملی ہے عابدؑ سے

جو ظلم چاہو کرو چپ رہے گی تیغِ علیؑ

ظہور تک یہ رعائیت ملی ہے عابدؑ سے

خوشا نصیب اے آصفؔ تری شناخت ہیں وہ

تجھے کُلاہِ وراثت ملی ہے عابدؑ سے

کیوں حمد نہ لکھوں میں تری مدح و ثنا میں
ہیں تجھ میں بھی اوصاف وہی جو ہیں خدا میں

یہ راز کُھلا اُسوۂ سجادؑ سے ہم پر
آسودگیٔ دل کے ہیں اسباب دعا میں

خدمت کو پڑے رہتے ہیں قدموں میں ستارے
جس دن سے ترے نام ہوئی ہیں مری ثنا میں

آسان سا نسخہ ہے یہ ایجابِ دعا کا
پڑھتا ہوں دُرود آخر و آغازِ دعا میں

عترت کی مودّت میں ہے مرنا بھی شہادت
مستور ہے اک راہِ بقا راہِ فنا میں

تھا تیری شجاعت ہی کا انداز سراسر
وہ صبر مسلسل ترا ماحولِ جفا میں
گونجا تھا رہِ شام میں جو نغمۂ زنجیر
ہے آج بھی تصویر وہ آواز ہوا میں

❁❁❁❁❁

تلوار کے جوہر دیئے تقدیر بدل دی
سجّادؑ نے زنجیر کی تاثیر بدل دی

ہوگا نہ ہوا ہے کوئی سجادؑ سا ساجد
سجدوں سے کفِ وقت کی تحریر بدل دی

تو نے ہمیں تعلیم کئے حرفِ مناجات
اس طرزِ دعا گوئی نے تقدیر بدل دی

اک تیری اسیری نے بہ اعجازِ فضیلت
میزانِ سرافرازیٔ توقیر بدل دی

اک صبر مسلسل نے ترے وارثِ شبیرؑ
باطل کے ہر اک خواب کی تعبیر بدل دی

پا بستۂ زنجیر نے خطبے کی دھمک سے
ایوانِ ستم ڈھا دیا تصویر بدل دی

تو نے غمِ شبیرؑ سا مونس ہمیں دے کر
بے چارگی و غربتِ تقدیر بدل دی

جس طور قلم تیغ میں بدلا تھا حسنؑ نے
سجادؑ نے یوں صبر سے شمشیر بدل دی

اک تجھ سے مودّت کا صلہ یوں دیا حق نے
اکرام و عنایات میں تعزیر بدل دی

آزارِ اسیری سے نہ گزرے کبھی عابدؑ
آزاد رہے ، فطرتِ زنجیر بدل دی

سجادؑ نے شائستہ خرامی سے بصد ناز
ہر کشمکشِ عُجلت و تاخیر بدل دی

آہ وزاری میں ہے راحت نہ تو فریاد میں ہے
دل کا سامانِ تسلی تریؑ روداد میں ہے

کیوں نہ ہو فخر تجھے اپنے نسب نامے پر
ابوطالبؑ سا بھی مومن ترے اجداد میں ہے

یہ ترے حسنِ کرامات کا اعجاز ہے سب
جو بھی شئے جلوہ فگن گلشنِ ایجاد میں ہے

نعمتِ لوح و قلم کا ہے وسیلہ تو ہی
رزقِ تخیل بھی شامل تری امداد میں ہے

مجھ کو درکار ہے اب تری دعاؤں کا حصار
قافلہ مرے چراغوں کا رہِ باد میں ہے

درد مندوں کے سوا کون یہاں سمجھے گا
دیدۂ غم کا سخن جو غمِ سجاد میں ہے

جس مودّت سے مہکتا ہے فرزدق کا قلم
وہی خوشبوئے ولا فکر کی بنیاد میں ہے

دل کو یہ غربتِ تنہائی میں احساس ہوا
گریہ کرنے کا مزا ہے تو تیری یاد میں ہے

کب سرِ دیر و حرم آئی میسّر آصفؔ
جو تولائی فضا محفل میلاد میں ہے

سجادؑ تیرے سجدے زینت عبادتوں کی
شمعِ دعا کی لَو میں ضو ہے ہدایتوں کی

لوح وقلم کے لب پر سجادؑ کی ہے مدحت
تبلیغ ہورہی ہے گویا صداقتوں کی

توحید کے چمن میں ، قراں کی انجمن میں
خوشبو بسی ہوئی ہے تیری فضیلتوں کی

تیرے عدو کے تن میں خونِ نجس رواں ہے
اور توؑ نے آنکھ کھولی گودی میں آیتوں کی

دیتا ہے زیب تجھ پر ملبوسِ کبریائی
سجتی ہے تیرے سر پر دستار عظمتوں کی

وہ تیرا پابجولاں شائستگی سے چلنا
حیرت سے تک رہی تھی رفتار ساعتوں کی

گر بعدِ کربلا تو سہتا نہ ہر صعوبت
صحرا دکھائی دیتی کھیتی رسالتوں کی

خطبہ کی گھن گرج سے ایسا تھا رُعب طاری
سانسیں رُکی ہوئی تھیں سفّاک قوتوں کی

سجدے ، دعا ، تشکّر ، صبر و شکیب ، آنسو
ہم کو ملی ہے تجھ سے یہ بھیک نعمتوں کی

دیکھو تو صبر تیرا آئینِ استقامت
سوچو تو صبر تیرا شہ رگ شجاعتوں کی

عجز و سپاس و شکر کے رُخ انتہا کے ہیں
سجادؑ کی دعا میں سخن التجا کے ہیں
تو اعتبارِ حق ہے مشیت طراز ہے
شامل ترے عمل میں ارادے خدا کے ہیں
تو میرِ ساجدین ہے اے وارثِ حسینؑ
سجدے تری جبیں میں تمام انبیاءؑ کے ہیں
مہر و مہ و نجوم ، دھنک ، پھول آئینے
یہ سارے استعارے ترے نقش پا کے ہیں
مظلومیت ہے غربتِ سرورؑ لئے ہوئے
تیور جلالِ صبر میں شیر خدا کے ہیں

عشقِ علیؑ ، مودّتِ عترت ، غمِ حسینؑ
کیا کیا ہمارے پاس وسیلے بقا کے ہیں

دیکھو خرام بستۂ زنجیر کا خرام
رفتار کی روش میں قرینے صبا کے ہیں

❁❁❁❁❁

کیا رُعبِ خطابت کا یہ اعجاز نہیں ہے
دربار میں سناٹا ہے آواز نہیں ہے

جس طرزِ دعا میں ترا انداز نہیں ہے
اس کے لئے تاثیر کا درباز نہیں ہے

یہ منصبِ مدحت ہے پئے اہلِ مودّت
کم ظرف کی قسمت میں یہ اعزاز نہیں ہے

جو کارِ مودّت میں مفادات کو ڈھونڈے
زہراؑ کی نگاہوں میں سرافراز نہیں ہے

دل کٹتے ہیں اس شام زدہ طرز ولا سے
یوں بھی یہ وفا خیز و وفا ساز نہیں ہے

یہ وادیٔ مدحت بھی عجب ہے کہ یہاں پر
احساس تھکن کا پرِ پرواز نہیں ہے

زنجیر سے زنجیر کی خو چھین لی تو نے
"زنجیر میں زنجیر کی آواز نہیں ہے"

ہے نقش سرِ لوحِ جبیں داغ کی صورت
سجدہ جو ترے سجدے کا غماز نہیں ہے

یہ طور، یہ سدرہ کا ہر اک آئینہ خانہ
کیا ہے جو تری جلوہ گہہ ناز نہیں ہے

سجدے ہیں، تشکّر ہے دعائیں ہیں یا گریہ
جز ان کے ترا کوئی بھی دمساز نہیں ہے

تنہائی و غربت میں بجز سید سجادؑ
اس دیدۂ تر کا کوئی ہمراز نہیں ہے

کرتی ہے سخن دیدۂ گریاں کی زباں میں
وہ آہ جو شرمندۂ آواز نہیں ہے

آصفؔ مرے ممدوح کی تخلیق سے پہلے
کونین کی تخلیق کا آغاز نہیں ہے

رَب کے ہونے کا یقیں تیرے وسیلے سے ملا
اپنے ہونے کا سبب بھی تیرے ہونے سے ملا
ڈھب مناجات کا ، آدابِ طلب ، عجزِ سخن
سب یہ اسبابِ دعا تیرے صحیفے سے ملا
دھجیاں سطوتِ شاہی کی اڑائیں جس نے
نطق کو تیغ کا جوہر اُسی خطبے سے ملا
طوق و زنجیر سے رفتار میں آیا نہ خلل
استقامت کا ہنر تیرے قرینے سے ملا
دی اماں بھائی کے قاتل کو بصد لطف و کرم
صبر کو حسنِ بقاء تیرے رویئے سے ملا

تیرے اشکوں کی روانی میں سخن تھے کیا کیا
چشم کو یہ لب و لہجہ ترے گریہ سے ملا

صبر و ایمان و یقیں ، اشکِ عزا ، شکر و سجود
سب یہ سرمایہ ہمیں تیرے وسیلے سے ملا

بے یقینوں کو بھی اللہ کے ہونے کا یقیں
بعدِ عاشور ترے شکر کے سجدے سے ملا

کیوں نہ چرچا ترے اشعار کا ہو اے آصفؔ
فن یہ مدحت کا فرزدق کے قصیدے سے ملا

❁❁❁❁❁

دُعا و شکر و وفا ، صبر و آگہی مانگو
چراغِ اسوۂ عابدؑ سے روشنی مانگو

کوئی حشم ، کوئی منصب نہ خسروی مانگو
یہ بارگاہِ مودّت ہے بے خودی مانگو

یہ آستانۂ جود و سخا ہے آؤ یہاں
بڑھاؤ کاسۂ دل نقدِ زندگی مانگو

ہیں اختیار میں اُن کے ہی حرف ولوح وقلم
سو اُن کے در سے کوئی بات اَن کہی مانگو

جو پابجولاں چلا صبر کا علم لے کر
اُسی کے نقش کفِ پا کی راہبری مانگو

اُسی کے گرد ہیں گردش میں نعمتیں ساری
اُسی کے دستِ عطا سے تونگری مانگو

غرورِ شاہی کو زنجیر کرلیا جس نے
اُسی سخن سے سخن ہائے گفتنی مانگو

یزیدیت ہوئی غرقاب جس تلاطم میں
اُن آنسوؤں کی روانی سے شعلگی مانگو

سمٹ کے آگئی توحید جس کے سجدوں میں
اُسی جبین سے اسلوبِ بندگی مانگو

اگر ہو قحط سماعت تو نشرِ حق کے لئے
سخن بھی ناز کرے ایسی خامشی مانگو

ادا ہوا جو سرِ شام روزِ عاشورا
اُس ایک شکر کے سجدے سے روشنی مانگو

آجاؤ آ بھی جاؤ فضا کافرانہ ہے
اب انتظار دل کے لئے تازیانہ ہے
کچھ تُو ہی چشمِ نم مری امداد کیجیو
قصہ غمِ فراق کا ان کو سنانا ہے
مرنے سے پہلے آپ کا دیدار ہو نصیب
حسرت یہ عاجزانہ نہیں والہانہ ہے
''کہنے میں بات آتی ہے یہ کچھ گلہ نہیں''
یہ موسمِ فراق بہت قاتلانہ ہے
جلووں کی آب وتاب میں ہے دید کا سفر
حیرانیوں میں ظرفِ نظر آزمانا ہے

اے گردشِ زمیں و زماں راہ دے مجھے
ان کے نقوشِ پا کو جبیں پر سجانا ہے

پڑھ کر کہیں گے میرا عریضہ وہ بالیقیں
اسلوبِ حرف و ظرفِ سخن شاعرانہ ہے

"عاجز ہوں بے نوا ہوں غریب الدیار ہوں"
بس تجھ سے گفتگو کا عریضہ بہانہ ہے

❁❁❁❁❁

ہم اہلِ ہجر پسِ انتظار آنکھوں میں
سجائے رکھتے ہیں تصویرِ یار آنکھوں میں

تمہاری یاد میں یوں بھی ہوا ہے جانِ بہار
سمٹ کے آگئی فصلِ بہار آنکھوں میں

تم آ رہے ہو یہ سن کر ہوئی خوشی اتنی
کہ اشک آگئے بے اختیار آنکھوں میں

تمہاری دید کی حسرت میں میری بینائی
اداس پھرتی ہے دیوانہ وار آنکھوں میں

ہمیں بھی یوسفِ دوراں کی دید ہوجائے
کبھی تو خوابِ زلیخا اتار آنکھوں میں

تڑپ رہے ہیں عدو یوں کہ جلوۂ قائمؑ
چبھو گیا کئی نادیدۂ خار آنکھوں میں

شفق، بہار، اجالے، دھنک، تراشتا ہے
شرابِ عشق علی کا خمار آنکھوں میں

ہزار خواب مفادات کے ملیں گے تجھے
ولا نہ ڈھونڈ منافق شعار آنکھوں میں

نہیں تابِ فرقت امامِ زمانہؑ
ہے مطلوب عُجلت ، امامِ زمانہؑ
تمہیں دیکھ لوں موت آنے سے پہلے
ہے یہ ایک حسرت ، امامِ زمانہؑ
کہاں تک یہ ہجرِ مسلسل سہیں ہم
نہیں دل میں طاقت امامِ زمانہؑ
سنبھالے سے اب دل سنبھلتا نہیں ہے
ہو درمانِ وحشت امامِ زمانہؑ
غمِ ہجر سے سرد ہونے لگی ہے
لہو کی حرارت امامِ زمانہؑ

نہیں دید ممکن تو کس کام کی پھر
یہ میری بصارت امامِ زمانہؑ

سناؤں غمِ دل حضوری میں آکر
ملے جو اجازت امامِ زمانہؑ

نفس دو نفس اور ہیں ہم یہاں پر
دِکھا جاوِ صورت امامِ زمانہؑ

❁❁❁❁❁

maablib.org

سجدہ گاہِ دل ہیں جب سے نقشِ پا عباسؑ کے
مٹ گئے ہیں دل سے اندیشے ملال و یاس کے

آ گہی کے رنگ برسیں گے سرِ دشتِ خیال
گر فراتِ فکر چھو لے گی قدم عباسؑ کے

جب رقم کرنے لگا میں منقبت عباسؑ کی
دیکھنے کے ولولے تھے خامہ و قرطاس کے

دیکھ کر ہر حرفِ مدحت کو مثالِ آفتاب
رنگ پھیکے پڑ گئے یاقوت کے الماس کے

مدحتِ عباسؑ میرے حق میں مرہم بن گئی
زخم سارے بھر گئے ہیں روح اور انفاس کے

تشنہ کاموں نے صدا دی جب کبھی عباسؑ کو
پھول بن بن کر مہک اٹھے ہیں کانٹے پیاس کے

جو چلے تھے عظمتِ آدمؑ سمجھنے کے لئے
کربلا میں رک گئے وہ قافلہ احساس کے

رہ گئی تنہا سکینہؑ تشنگی کے دشت میں
کھو گئے ایک ایک کر کے سب سہارے آس کے

❁❁❁❁❁

جب بھی تحریر کیا حضرتِ عباسؑ کا نام
ہم نے حیدرؑ ہی لکھا حضرتِ عباسؑ کا نام

قلبِ زہراؑ کا سکوں ، اسمِ تمنائے علیؑ
سرورِ دیں کی دعا حضرتِ عباسؑ کا نام

لبِ کونین پہ رہتا ہے یہی اسمِ عظیم
کلمۂ ارض و سما حضرتِ عباسؑ کا نام

مدحتِ مظہرِؑ یزداں کے سخن ہیں سارے
مطلعِ حمدِ خدا حضرتِ عباسؑ کا نام

تشنہ کاموں کے لئے لذّتِ سیرابی ہے
ہے عجب عقدہ کشا حضرتِ عباسؑ کا نام

برشِ تیغ پئے قلبِ عدوئے شبیرؑ
سپرِ اہلِ عزا حضرتِ عباسؑ کا نام

بے ردائی میں بھی احساسِ تحفظ بن کر
لبِ زینبؑ پہ رہا حضرتِ عباس کا نام

لُغتِ اہلِ مودّت میں پڑھا ہے ہم نے
معنی حرفِ وفا حضرتِ عباسؑ کا نام

امیرِ کون و مکاں ، خسروِ زماں ، عباسؑ
علیؑ کی طرح نگہدارِ دو جہاں عباسؑ
اسی قمر کے اجالے بیانِ مدحت میں
کتابِ سیرتِ حیدرؑ کی سرخیاں عباسؑ
تجلّیوں سے جو معمور ہیں عزا خانے
ترے علم کی ہیں جلوہ نمائیاں عباسؑ
نہیں علم یہ نہیں ہے بریدہ شانوں پر
ہے انتہا پہ وفا کی بلندیاں عباسؑ
فقیہہِ شام صفت سن میں کربلائی ہوں
مری نماز ہیں شبیرؑ اور اذاں عباسؑ

وفا کی موجۂ خوشبو یہاں طواف میں ہے
خوشا نصیب ہمارے ہیں درمیاں عباسؑ

❁❁❁❁❁

MAAB 1431
maablib.org

تابعِ شبیرؑ ہر اک سانس تھی عباسؑ کی
طاعتِ شہؑ کے لئے تھی زندگی عباسؑ کی

ہوگئیں بے اختیارانہ وفائیں سجدہ ریز
جب علیؑ کے گھر میں اتری روشنی عباسؑ کی

ہر نفس عباس کا تھا شہؑ کی خدمت کے لئے
تھی اسی خدمت میں مضمر بندگی عباس کی

الفتِ غازی کا اندازہ لگا اس بات سے
تھی سکینہؑ کی خوشی میں ہی خوشی عباسؑ کی

آج بھی حیرت سے تکتی ہے نگاہِ معجزات
علقمہ پر ثبت ہے تشنہ لبی عباسؑ کی

بہہ گیا جس کے تلاطم میں غرورِ علقمہ
تھی عجب طوفاں صفت وہ تشنگی عباسؑ کی

تیر کیا مشکِ سکینہ میں لگا، تڑپا جری
کب تھا پانی مشک میں، تھی زندگی عباسؑ کی

بہر استقبال صف آرا ہوئے ہیں انبیاء
ایسا لگتا ہے سواری آ گئی عباسؑ کی

نقش رعبِ جریؑ ہے پانی پر
آگ گویا بجھی ہے پانی پر

مشک اک بہہ رہی ہے پانی پر
کس قدر روشنی ہے پانی پر

اس حقیقت کو رَد کیا تو نے
منحصر زندگی ہے پانی پر

یاد کیا آ گیا جلال ترا
اُوس کیوں پڑ گئی ہے پانی پر

چاند گردوں پہ کب سجا ایسا
مشک جیسے سجی ہے پانی پر

ہو کے بے دست بھی نہ چھوڑی فرات
اختیار آج بھی ہے پانی پر
خدوخالِ فرات کھل اُٹھے
جب نگہ تو نے کی ہے پانی پر
ہے یہ ترے علم کی پرچھائیں
یا کہ آیت لکھی ہے پانی پر
پیاس جیتی ، فرات ہار گئی
حکمراں تشنگی ہے پانی پر
عکسِ عباسؑ کا کمال ہے یہ
روشنی جم گئی ہے پانی پر
تشنہ کاموں کے غم میں اے آصفؔ
خاک سی اڑ رہی ہے پانی پر

maablib.org

لاریب اختیارِ دلاور ہے تشنگی
معیار میں وفا کے برابر ہے تشنگی

بے تشنگی یہ پینے پلانے کا لطف کیا
سیرابیوں کے کیف کا محور ہے تشنگی

میزانِ کربلا میں جو تولا تو یہ کُھلا
ساتوں سمندروں سے بھی بڑھ کر ہے تشنگی

ممکن نہیں یہ منہ بھی لگائے فرات کو
پروردۂ وقارِ غضنفر ہے تشنگی

آئے قریب خنکیٔ ساحل مجال کیا
عباسؑ کے جلال کی مظہر ہے تشنگی

کیا تاب لاسکے گی توانائیِ فرات
اک باوفاؑ کے ضبط کا جوہر ہے تشنگی

غازیؑ کے ولولوں کو لگاتی ہے چار چاند
عباسؑ کی وفاؤں کا زیور ہے تشنگی

آتا ہے کس شکوہ سے غازیؑ فرات پر
مشک و علم نشان ہیں لشکر ہے تشنگی

❁❁❁❁❁

maablib.org

سقائی جریؑ کی کہانی عجیب ہے
دریا پہ اس کی تشنہ دہانی عجیب ہے
آبِ یمِ فرات کو پتھر کا کر گئی
خوں میں جلالتوں کی روانی عجیب ہے
آتے ہیں خود بھی طُور کے جلوے پئے طواف
مشک و علم کی نور فشانی عجیب ہے
بے مشک ہم نے دیکھا نہیں ہے علم ترا
غازیؑ ترے علم کی نشانی عجیب ہے
انگڑائی لے تو بندِ زرہ ٹوٹنے لگے
عباسِؑ باوفا کی جوانی عجیب ہے

عباسؑ کا رجز ہے کہ چلتی ہے ذوالفقار

اُس کم سخن کی شعلہ بیانی عجیب ہے

آیا جریؑ جو رَن میں ، تُو دوزخ چلے گئے

اعدا کی رن سے نقلِ مکانی عجیب ہے

چشمِ عزاء میں رکھ دیا تو نے فرات کو

یہ اہتمامِ آب رسانی عجیب ہے

روح و نفس کے زخم بھی کردے گا مندمل

عباسؑ کی سبیل کا پانی عجیب ہے

میرا مسلک ہے بیاں حرفِ صداقت کرنا
یعنی طینت میں ہے شامل تری مدحت کرنا

ہیں ترے در کے گداؤں میں فرشتے شامل
ختم ہے تیرے گھرانے پہ سخاوت کرنا

ہر قدم اک نئے مقتل کی طرف جاتا ہے
کوئی آساں تو نہیں تجھ سے مودّت کرنا

بنی ہاشم کے قمرؑ ، فاتحِ خیبرؑ کے پسرؑ
تجھ کو ورثہ میں ملا دین کی نصرت کرنا

شہؑ نے عباسؑ کو یہ کہہ کے دیئے مشک و علَم
خونِ ہاشمؑ کی روایت ہے مروت کرنا

کس کو حاصل ہے بجز تیرے یہ اعجاز و کمال
تابعِ مرضیِ شہؐ صرفِ شجاعت کرنا

شعلۂ شوقِ وغا تیز تھا دل میں لیکن
تجھ کو ایسے میں بھی آتا تھا اطاعت کرنا

اسوۂ فاطمہؑ زہرا سے یہ سیکھو لوگو
گھر کے ماحول کو فاقوں میں بھی جنت کرنا

باعثِ فخر ہے یہ قرضِ مودّت آصفؔ
ہم پہ واجب ہے ادا اجرِ رسالت کرنا

❁❁❁❁❁

maablib.org

دل گرمیٔ ایثار سے بھر دیتے ہیں عباسؑ
ٹکرانے کو باطل سے جگر دیتے ہیں عباسؑ

مدحت کے لئے ہم سے فقیرانِ ادب کو
قرطاس و قلم ، نقد و نظر دیتے ہیں عباسؑ

مجھ ایسے سخنور کے بھی ادراکِ سخن کو
مدّاحیِ سرورؑ کا ہنر دیتے ہیں عباسؑ

اک بار تُو آواز تو دے حسرتِ پرواز
بے پر کو بھی سرمایۂ پر دیتے ہیں عباسؑ

پروردۂ شب آ ، درِ عباسؑ پہ آ جا
ہر شام کی ظلمت کو سحر دیتے ہیں عباسؑ

قطعہ

رزقِ نظر ہے تابشِ کردار دیکھنا
پھیلے ہوئے ہیں نور کے آثار دیکھنا
بعدِ حسینؑ صبر کا اک اور آفتاب
کس شان سے ہوا ہے نمودار دیکھنا

maablib.org

مصرعہ میں ہر اک شعر کے آیت کا مزا ہے
اکبرؑ تری مدحت میں تلاوت کا مزا ہے

مطلع
تکبیر ہے یا تیرے قصیدے کا ہے
آوازِ اذاں میں تری مدحت کا مزا ہے

منہ بولتی تصویر پیمبرؐ کی ہیں اکبرؑ
ایسی ہو شباہت تو شباہت کا مزا ہے

ہیں قامتِ اکبرؑ پہ فدا سروِ چمن سب
اس شان کی قامت ہو تو قامت کا مزا ہے

یہ محفلِ میلاد ہے ہمشکلِ نبیؐ کی
یاں دل کے دھڑکنے میں عبادت کا مزا ہے

ملتا ہے فقط فاطمہ زہراؑ کی دعا سے
وہ درد کہ جس درد میں راحت کا مزا ہے

اعدا کے جگر حرفِ ثناء کاٹ رہے ہیں
اس کارِ سخن گوئی میں نصرت کا مزا ہے

وقت کے سیلِ رواں میں تا دمِ روزِ حساب
کربلا ہر کفر و ظلمت کے لئے اک احتساب

صبر و ایثار و شجاعت ، زہد و تسلیم و رضا
ایسے ہر عنوان کا ہے کربلا جامع نصاب

جو دلوں میں پل رہی تھیں بدر تا صلحِ حسنؑ
کربلا میں ہوگئیں سب سازشیں وہ بے نقاب

لوحِ فکرِ حریّت پر کشتگانِ کربلا
لکھ گئے اپنے لہو سے داستانِ انقلاب

زیرِ خنجر سجدۂ شبیرؑ شرحِ لا الہٰ
یعنی کارِ انبیاء کا کربلا لبِ لُباب

رنگ لا کر ہی رہے گا فوجِ باطل کے خلاف
بازوؤں میں ہے علیؑ اکبر کے زورِ بوترابؑ

جز علی اکبرؑ ہوا ہے کون ہم شکلِ نبیؐ
کب کسی میں وصف ہے یہ کب کسی کا یہ خطاب

جگمگائے گا مرا دل مہر تاباں کی طرح
روزِ محشر دیکھنا تم داغِ اکبر کا شباب

وہ اذاں عاشور کو گونجی سرِ کرب و بلا
جس کی تکبیروں سے پھیلا نورِ تہذیب ثواب

اس طرح ابھری فضائے کفر میں صوت اذاں
سینۂ شب چیر کر جس طرح ابھرے آفتاب

اُس اذاں کا لہجۂ اکبرؑ کے سر سہرا رہا
جس اذاں نے ریزہ ریزہ کردیئے باطل کے خواب

مدح کا اہتمام کرتا ہوں
سیرِ دارالسلام کرتا ہوں

جب بھی قصدِ قیام کرتا ہوں
تجھ کو پہلے سلام کرتا ہوں

تجھ سے منسوب ہیں یہ لوح و قلم
ہر سخن ترے نام کرتا ہوں

جب بھی لکھتا ہوں منقبت تیری
نعت پر اختتام کرتا ہوں

میں تصور میں تیرے جانِ بہار
خوشبوؤں سے کلام کرتا ہوں

سر اٹھاتے ہیں جب عدو تیرے
ان کا جینا حرام کرتا ہوں

چشم کو جام ، قلب کو پانی
خاطرِ تشنہ کام کرتا ہوں

داغِ اکبرؑ وہ مہرِ تاباں ہے
جس سے روشن میں شام کرتا ہوں

کہا اکبرؑ سے ربِ اکبر نے
حسن تجھ پر تمام کرتا ہوں

آصفؔ اپنی اذانِ مدحت کو
حرضمیروں کے نام کرتا ہوں

بھرم ہے تو وقارِ آسماں کا
ترے باعث اجالا ہے اذاں کا

تری مدحت سے ہے حرمت سخن کی
تجھی سے حُسن ہے حُسنِ بیاں کا

تجھی سے ہے یہ سیلِ رنگ و نکہت
کہ تو محور بہارِ بے خزاں کا

کشش ہے منظرِ کُن میں تجھی سے
ہے تو ہی مدعا کون و مکاں کا

کہاں جاؤں تری چوکھٹ سے اٹھ کر
کہ تو محرم مرے دردِ نہاں کا

پناہِ دوست میں ہم آگئے ہیں
نہیں اب کوئی اندیشہ زیاں کا
شعارِ حر بیاں کرنا ہے آصف
یہ موسم ہے دلوں کے امتحاں کا

maablib.org

دولتِ عرفانِ حیدرؑ مل گئی قران سے
کام آخر آگئی دل کی لگی قران سے

آگہی ، نورِ سخن ، حسنِ بیاں ، تابِ نظر
ایسی ہر نعمت ہمیں ملتی رہی قران سے

قل کفیٰ و ہل اتیٰ ، تطہیر و بلّغ اِنّما
پڑھ رہا ہوں مدحتِ آلِ نبی قران سے

بابِ شہرِ علم سے جو لے رہا ہے آگہی
وہ ہدایت پا رہا ہے واقعی قران سے

کیوں فضائل سے علیؑ کے ہے مفسّرِ منحرف
دل میں ہے کیوں اتنی کینہ پروری قران سے

کج کلاہوں کی حمایت معنی و تفسیر میں
تا بہ کے ہوتی رہے گی دل لگی قران سے

کارِ قراں ہے تجھے حفظِ مقاصد کے لئے
ہے اسی حد تک تری وابستگی قران سے

برسرِ میداں اٹھایا برچھیوں کی نوک پر
کھیلتی ہے اس طرح بھی خسروی قران سے

حرفِ مدحت، اشکِ غم اور الفتِ آلِ نبیؐ
ان چراغوں کو بہم ہے روشنی قران سے

maablib.org

گوہر علم و ہنر قرآن میں
خوب سے ہے خوب تر قران میں

جب خرد کا ہو سفر قران میں
فکر وا کرتی ہے در قران میں

کم ہے اُس کو وسعتِ دارین بھی
ہے جو سورہ مختصر قران میں

کیا ابوطالب کی ہے لکھی ہوئی
مدحت خیرالبشر قران میں

چھَن رہا ہے چادرِ تطہیر سے
نور ہے جو جلوہ گر قران میں

با کے نقطہ میں ہے گھر قران کا
با کے نقطہ کا ہے گھر قران میں

آیۂ بلغ کا پس منظر ہے کیا
یہ بھی نکتہ غور کر قران میں

حبِ قربیٰ ، اجرتِ کارِ رسولؐ
ہے نمایاں یہ خبر قران میں

انما و ہل اتیٰ و قل کفیٰ
نعتیں ہیں کس قدر قران میں

maablib.org

یہ صوتِ سلاسل ہے کہ تعمیر کی آواز
زنجیر کئے ہے مجھے زنجیر کی آواز

وہ شام کا دربار ، وہ تقریر کی آواز
گویا کہ تھی چلتی ہوئی شمشیر کی آواز

مقتل میں اذاں دی علی اکبرؑ نے یہ کہہ کر
رک سکتی نہیں کفر سے تکبیر کی آواز

پیغامِ صداقت کا تسلسل رہا جاری
کب طوقِ گراں بار نے تسخیر کی آواز

کُل کرب و بلا صبر امامت میں ہے گویا
عابدؑ کی خموشی میں ہے شبیرؑ کی آواز

اک تیرے وسیلے کے سبب حرفِ دعا میں
دل بن کے دھڑکنے لگی تاثیر کی آواز

ہے وقت ابھی دل کو کشاکش سے بچالے
سُن حُر کی طرح خالقِ تقدیر کی آواز

سایہ کیے ہمراہ چلی اہلِ حرم کے
فریاد بلب آیۂ تطہیر کی آواز

اک اور سناں سینۂ شبیرؑ میں اتری
جب رن میں سنی بھائی نے ہمشیر کی آواز

آصفؔ یہ سخن تیری شفاعت کا ہو ضامن
قرطاس سے آتی ہے یہ تحریر کی آواز

❁❁❁❁❁

maablib.org

غمِ شبیرؑ سے ہم رشتۂ جاں رکھتے ہیں
آنکھ میں اشک نہیں دجلۂ جاں رکھتے ہیں

یہ بھی اعجازِ غمِ سبطِ پیمبرؐ ہے کہ ہم
جو بھی غم رکھتے ہیں شائستۂ جاں رکھتے ہیں

کربلا ، نذرِ عقیدت کے لئے تیرے حضور
اور تو کچھ نہیں سرمایۂ جاں رکھتے ہیں

سایۂ پرچمِ عباسؑ سے نسبت ہے ہمیں
ہم گھنے پیڑ تلے خیمۂ جاں رکھتے ہیں

شبِ عاشور یہ بجھتی ہوئی لو کہتی ہے
وہ چلے جائیں جو اندیشۂ جاں رکھتے ہیں

غربتِ شامِ غریباں میں پئے تشنہ لباں
اشکِ خوں ناب سے پُر کوزۂ جاں رکھتے ہیں

دفن ششماہے کو کرتے ہیں امام مظلومؑ
یا تہہ خاک کوئی شعلۂ جاں رکھتے ہیں

تشنگی ، آس ، علَم ، مشک ، بریدۂ بازو
ہم یہ منظر ہی سرِ شیشۂ جاں رکھتے ہیں

دل و دانائی جہاں کاسۂ بکف ہیں آصف
اُسی دہلیز پہ ہم کاسۂ جاں رکھتے ہیں

❀❀❀❀❀

maablib.org

کربلا جب بھی تجھ کو لکھا ہے
حرف، سوچا نہیں ہے اترا ہے
نور پاتی ہے روشنی تجھ سے
تیرے ہونے سے ہر اجالا ہے
غمِ دنیا کے دھوپ صحرا میں
تو ہی اک غم گسار سایا ہے
چشمِ نم کو ترے ہی غم کے سبب
خوشبوؤں کا سلام آتا ہے
حُسنِ توحید کا جمال ہے تو
عشق تجھ سے فروغ پاتا ہے

اعتبارِ وجودِ یزداں میں
کربلا، تیرا دل دھڑکتا ہے
سارے پیغمبروں کا سرمایہ
وارثِ انبیاء کا سجدہ ہے
وحشتِ کشمکش تلاوت کر
حُر کا کردار اک صحیفہ ہے
اے ہواؤ فصیل بن جاؤ
تیر کی زد پہ ایک بچہ ہے

دجلۂ اشکِ عزاء جوش میں جب ہوتا ہے
اہلِ باطل کی تباہی کا سبب ہوتا ہے

غیرِ عترت سے تو رکھتا ہے کیوں امیدِ نجات
کوئی سیراب یمِ خشک سے کب ہوتا ہے

حُر کو جس لمحۂ توفیق نے پائندہ کیا
ایسے لمحہ کا تصرّف ہی نسب ہوتا ہے

دل مرا حُر کی قیادت میں چلا اُس کے حضور
جس کی چوکھٹ پہ سبک بارِ طلب ہوتا ہے

فتح کرتا ہے وہی معرکۂ کرب و بلا
جس کا اقدام پئے نصرتِ رب ہوتا ہے

کوئی ماہِ بنیؑ ہاشم کوئی ہم شکل نبیؐ
جس میں جو وصف ہو ویسا ہی لقب ہوتا ہے

لَو بجھا کر ہوئے کچھ اور بھی سرشار حسینؑ
جاں نثاروں کو پرکھنے کا بھی ڈھب ہوتا ہے

دل اگر آنکھ سے بہہ جائے تو کچھ بات نہیں
ہاں بہے مشک سے پانی تو غضب ہوتا ہے

❁❁❁❁❁

maablib.org

کعبۂ سرورؑ جو پیاسا رہ گیا
دامنِ دریا پہ دھبہ رہ گیا
اک فقط عزم حسینی کے سبب
خواب باطل کا ادھورا رہ گیا
سچ تو یہ ہے کہ غمِ شبیرؑ سے
غم برتنے کا سلیقہ رہ گیا
تا ابد اب کربلا کا معرکہ
منزلِ امکاں پہ تنہا رہ گیا
علقمہ پر وقت کا سیلِ رواں
چہرۂ عباسؑ تکتا رہ گیا

سوچیئے تو دجلۂ امید پر
دیدۂ صغرآ بھی پیاسا رہ گیا

تیر کیا مشکِ سکینہؑ میں لگا
ڈوب کر صحرا میں دریا رہ گیا

جب چلا اک تیر اصغرؑ کی طرف
بٹ کے صدیوں میں وہ لمحہ رہ گیا

تنویرِ اشکِ غم کی کوئی انتہا نہیں
یہ روشنی سے روشنی اس سے جدا نہیں

آواز دے ، چراغ جلا ، اے ضمیرِ حُر
اس تیرگی میں جادۂ حق سوجھتا نہیں

صد شکر تیرے صبر نے یہ حوصلہ دیا
دل سیلِ صد بلا میں تماشا بنا نہیں

اشکِ غمِ حسینؑ کی لذّت نہ پوچھیے
آنکھوں میں آ کے موسمِ گریہ گیا نہیں

خود اپنے خوں میں ڈوب کے ابھرا سرِ حسینؑ
ضربِ ہوائے شام سے سورج بجھا نہیں

maablib.org

صبر و رضا میں تیغ کے تیور بھی ہیں نہاں
جوہر یہ تیری جنگ سے پہلے کُھلا نہیں

اک دوپہر کی دھوپ جب اصغرؑ کو بھا گئی
سائے کو پھر رباب کا سایا ملا نہیں

❁❁❁❁❁

اشک افشانی بہ رنگِ خوں فشانی چاہیے
میہماں کے شانِ شایاں میزبانی چاہیے

چشم سے رومالِ زہراؑ تک روانی چاہیے
قطرۂ اشک عزاء کو بے کرانی چاہیے

ہر غم و اندوہِ دنیا کا مداوا ہے یہی
دل گرفتوں کو فضائے نوحہ خوانی چاہیے

دل دھڑکنے کی صدا سے آئے ماتم کی صدا
یوں غمِ کرب و بلا کی ترجمانی چاہیے

نقدِ جان و دل لٹا دے نصرتِ شبیرؑ میں
موت کے ہاتھوں تجھے گر زندگانی چاہیے

انقلابِ حریت تیری قیادت کے لئے
طوق و زنجیر و سلاسل کی گرانی چاہیے

آ گیا ہے درد کا سورج سوا نیزے پہ اب
پرچمِ عباسؑ تیری سائبانی چاہیے

قید کر کے شمر کو لاؤ کہا مختار نے
قصۂ مظلوم ، ظالم کی زبانی چاہیے

شاہؑ فرماتے تھے اکبرؑ سے پئے دینِ خدا
جو ہمیشہ کے لئے ہو وہ جوانی چاہیے

ہم اہلِ دل ہیں سو ہم دل کی بات کہتے ہیں
حسینیت کو ہی اسلامیات کہتے ہیں

جو آشنا ہیں حدِ کربلا کی وسعت سے
وہ تیرے غم کو غمِ کائنات کہتے ہیں

چراغِ کرب و بلا ہم تری تجلّی کو
امیرِ قافلۂ شش جہات کہتے ہیں

درِ حسینؑ کی دہلیز تک جو لے آئے
اس آگہی کو مآلِ حیات کہتے ہیں

فنا سے حُر کا بقاء کی طرف چلے آنا
ہم اس سفر کو ترا التفات کہتے ہیں

یقیں مآب ہے فرشِ عزا کا کیا کہنا
کہ معجزات کو یاں ممکنات کہتے ہیں

سُنا ہے مسلکِ حُر میں تجھے شبِ عاشور
مقدّروں کے سنورنے کی رات کہتے ہیں

غمِ حسینؑ میں سیراب چشم کو جو کرے
اُسی روانیٔ خوں کو فرات کہتے ہیں

سلام و مرثیہ و منقبت کو اے آصفؔ
زبانِ عشق میں زادِ نجات کہتے ہیں

❁❁❁❁❁

ترا غم ہی مدارِ ہستی ہے
اور یہی روزگارِ ہستی ہے

تجھ پہ روئے تو یہ کھُلا ہم پر
آنسوؤں سے بہارِ ہستی ہے

آنے والے اب آ بھی جا کہ مجھے
دیر سے انتظارِ ہستی ہے

دیدۂ تر سے روشنی کرنا
اب یہی کاروبارِ ہستی ہے

کیوں ہوا میں چراغ رکھتے ہو
کب مجھے اعتبارِ ہستی ہے

دل پہ چلتے ہیں فیصلے دل کے
دل پہ کب اختیارِ ہستی ہے

تو کہ بیگانۂ زمان و مکاں
گرد مرے حصارِ ہستی ہے

کوئی تو ہے پسِ نفس نگراں
کوئی تو ذمہ دارِ ہستی ہے

اُس طرف تو ہے اس طرف میں ہوں
درمیاں میں غبارِ ہستی ہے

اس بھری کائنات میں تنہا
کربلا غمگسارِ ہستی ہے

کیا کسی قلب میں سناں اتری
خوں میں تر لالہ زارِ ہستی ہے

جو لہو ہوگیا ہے پیکاں سے
غنچۂ نو بہارِ ہستی ہے

اس کے سجدے کو سجدہ کر آصفؔ
یہ شرف افتخارِ ہستی ہے

پردۂ اشک میں نہاں تو نہیں
غم ترا نور ہے دھواں تو نہیں

چشمِ نم اہلِ غم کا طرزِ سخن
چشمِ نم، ظلم کی زباں تو نہیں

تشنگی، مکتبِ وفا کا نصاب
تشنگی، زیبِ داستاں تو نہیں

صبر، منّت کشِ شجاعت ہے
صبر، مجبور و ناتواں تو نہیں

عشق، اہلِ بقا کا سوزِ یقیں
عشق، اندیشۂ زیاں تو نہیں

واں کی ہر شئے میں غمگساری ہے
کربلا دشتِ بے اماں تو نہیں

بے سکوں کیوں ہے گردشوں کا قرار
خوں میں غلطیدہ آسماں تو نہیں

خاک اڑاتے ہیں کیوں وجود و عدم
سر کوئی برسرِ سناں تو نہیں

خوں بہا ، آیتوں کے پالوں کا
طوق و زنجیر و ریسماں تو نہیں

پھر لہو رو رہا ہے دل آصفؔ
پھر کہیں ذکرِ رفتگاں تو نہیں

شب کی زد پر ہے حرا کی روشنی
المدد اے کربلا کی روشنی

یہ شہیدوں کا لہو ہے خاک پر
یا ہے مقتل میں بقاء کی روشنی

کوئی ظلمت کر سکی زنجیر کب
کب بجھی اشکِ عزا کی روشنی

جون کے چہرے پہ دنیا دیکھ لے
انتہا پر انتہا کی روشنی

محوِ گردش ہے لبِ جُو آج بھی
تشنگی پرور وفا کی روشنی

خاک وخوں میں چھپ گیا ماہِ حسینؑ
اب کہاں وہ مصطفیٰؐ کی روشنی

اس طرح کھلتی تھی جیسے چاندنی
دستِ کبرا پر حنا کی روشنی

❁❁❁❁❁

maablib.org

نور مژگاں پر سجائے کربلا
اشک کو سورج بنائے کربلا

موسمِ غربت میں اہلِ درد کو
صبر کے تیور سکھائے کربلا

روشنی اور روشنی بھی بیکراں
شام کی ضد ہے فضائے کربلا

جو خدا و مصطفیٰؐ کو ہے پسند
وہ عبادت ہے عزائے کربلا

صبر زینبؑ سے بقاء شبیرؑ کی
صبر زینبؑ انتہائے کربلا

سانس لیتا کس فضاء میں دینِ حق
گر نہ ہوتی یہ ہوائے کربلا

اصغرؑ و اکبرؑ کے غم میں روز و شب
خود بھی روئے اور رُلائے کربلا

مجھ کو آصفؔ کام کیا اغیار سے
ہوں ازل سے میں گدائے کربلا

غمگسارانہ رویوں کے نشاں کھینچے ہے
کوئی غم ہے جو گرانباریٔ جاں کھینچے ہے
طوق و زنجیر کا جو بارِ گراں کھینچے ہے
ایسا لگتا ہے حدِ کون و مکاں کھینچے ہے
حُر شعاری ترا مسلک ہے نہ مقصد ہے تو پھر
کس توقع پہ تو انفاسِ زیاں کھینچے ہے
تیرا ہر اشکِ عزا تجھ کو عزادارِ حسینؑ
موجِ کوثر کی طرح سوئے جناں کھینچے ہے
خطِ معیارِ وفا برسرِ دریائے فرات
کس تب و تاب سے اک تشنہ دہاں کھینچے ہے

آج پھر لہجۂ زینبؑ سرِ دربارِ ستم
ہو بہو بدر کے میداں کا سماں کھینچے ہے

کب تو کھینچے ہے سناں سینۂ اکبرؑ سے حسینؑ
تُو تو قرآں کے سینے سے سناں کھینچے ہے

❁❁❁❁❁

maablib.org

درمانِ درد ، دیدۂ نمناکِ کربلا
اور کائناتِ غم دلِ صد چاکِ کربلا
لوح و قلم ، نمو و بقا ، کوثر و بہشت
یہ نعمتیں ازل سے ہیں املاکِ کربلا
جاہ و جلال و حرمت و توقیر میں ہیں ایک
کعبہ کا ہو غلاف یا پوشاکِ کربلا
ظلمات سے نکال کے لاتا ہے نور میں
اعجاز یہ دکھائے ہے ادراکِ کربلا
حُرِ جری ہو وہب ہو وہ ، یا کہ جون ہو
آیت مثال ہے یہ ہر اک پاکِ کربلا

نیزوں پہ چڑھ کے عرش کے پائے کو چھو لیا
اللہ رے بلندی افلاکِ کربلا

توحید کا اثاثۂ کُل سجدۂ حسینؑ
کُل انبیاء کا زادِ سفر خاکِ کربلا

فرشِ عزاء پہ آؤ تو یہ جان جاؤ گے
عرفانِ کردگار ہے ادراکِ کربلا

آبِ رواں کو دشت میں رستہ نہ تھا کوئی
وہ تشنگی بجھی تھی سرِ خاکِ کربلا

ترتیبِ کائنات میں آئے نہ کچھ خلل
غلطیدہ خاک و خوں میں ہیں افلاکِ کربلا

❁❁❁❁❁

maablib.org

انبوہِ رنج و غم میں کوئی اور کیا لکھے
تسکینِ دل کو ذکرِ شہِ کربلا لکھے

یہ حرفِ ناتمام مرے اس کے نام ہیں
اب اس سخن کی جو بھی وہ چاہے جزا لکھے

کچھ کم نہیں وہ فکر بھی فکرِ یزید سے
جو عیب کو کمال تو لُو کو صبا لکھے

اللہ رے تبسّمِ اصغرؑ کا دبدبہ
تاریخ اُس کو فاتحِ کرب و بلا لکھے

آئے کبھی وہ دن بھی کہ میرے نصیب میں
میرا حسینؑ اپنی گلی کی ہوا لکھے

خونِ گلو کی دھار نے مقتل کی خاک پر
اک نفسِ مطمئن کے سخن جابجا لکھے

اک بے زباں کے لحنِ تبسم کو ، کربلا
عکسِ جلالِ لہجۂ شیرِ خدا لکھے

اشکِ غم حسینؑ کے ہیں نام کس قدر
کوئی اذانِ غم ، کوئی رکنِ عزاء لکھے

بے اختیار ڈوبنے لگتی ہے نبضِ وقت
لوحِ عطش پہ جب بھی کوئی علقمہ لکھے

❁❁❁❁❁

کربلا مکتبِ شہادت ہے
موت یاں زیست سے عبارت ہے
یہ عزا رسمِ غم نہیں کوئی
یہ عزا ظلم سے بغاوت ہے
وقتِ مشکل علیؑ علیؑ کرنا
یہ تو پیغمبروں کی فطرت ہے
کتنی دشوار، کس قدر آساں
حُر سے حُر تک کی جو مسافت ہے
ذمہ دارِ حیاتِ دینِ خدا
خونِ شبیرؑ کی حرارت ہے

تیرا غم ہے تو غم نہیں کوئی
اک ترے غم میں کتنی وسعت ہے

پیشِ حاکم عمل فرزدق کا
یہ بھی مظلومیت کی نصرت ہے

صبر عابدؑ سے یہ کُھلا ہم پر
صبر ہم پلۂ شجاعت ہے

ایک ہی لَے ہے شورِ ماتم کی
کارِ کثرت میں کتنی وحدت ہے

یہ علَم جو اٹھا رہے ہیں ہم
اک بے دست کی امانت ہے

MAAB 1431
maablib.org

اس زاویے سے سوچئے رتبہ حسینؑ کا
منزل ہے مرسلین کی رستہ حسینؑ کا

سہواً بھی رد کیا نہیں کہنا حسینؑ کا
غازیؑ کا ہر نفس تھا ارادہ حسینؑ کا

ہاں سانس لے رہا تھا عجب تمکنت کے ساتھ
عباسؑ کے وجود میں سایا حسینؑ کا

ہوتی نہ کربلا تو نہ ہوتا یہ دینِ حق
اسلام کی حیات ہے صدقہ حسینؑ کا

اے نفسِ مطمئن ترا ادراک تھا محال
ملتا اگر نہ ہم کو حوالہ حسینؑ کا

کُل نظمِ کائنات پہ رکھتے ہیں اختیار
منشائے کردگار ہے منشاء حسینؑ کا

اللہ کے وجود کی تصدیق کرگیا
خنجر تلے وہ آخری سجدہ حسینؑ کا

لکھا نہ تھا نصیب میں جو وہ بھی مل گیا
لوح و قلم پہ دیکھئے قبضہ حسینؑ کا

حدِ کمالِ عشق ، مکمّل سپردگی
ہے اُس حدِ کمال پہ سجدہ حسینؑ کا

ہنگامِ عصر غربت و ہمشیر کے سوا
کوئی نہیں تھا دیکھنے والا حسینؑ کا

❁❁❁❁❁

maablib.org

دریا کو ریگ زار کی تصویر کر گئے
وہ تشنہ لب جو پیاس کو تسخیر کر گئے

عاشور کو حسینؑ بصد عجز و تمکنت
اے نفسِ مطمئن تری تفسیر کر گئے

اکبرؑ اذانِ صبح شہادت کو کر کے نشر
کرب و بلا کو داعیٔ تکبیر کر گئے

اک سجدۂ نیاز بصد ناز زیرِ تیغ
جو انبیاء نہ کر سکے شبیرؑ کر گئے

امکان میں کسی بھی جری کے نہ تھا نہ ہے
جیسا جہاد اصغرؑ بے شیر کر گئے

پانی کو بھر کے مشک میں عباسؑ باوفا
تشنہ لبی سے نہر کو زنجیر کر گئے

بخشش میں حرؑ کے نام شہنشاہؑ مشرقین
ہر اختیارِ خوبیٔ تقدیر کر گئے

شبیر ہر یزید کی گردن کے واسطے
خونِ گلو کی دھار کو شمشیر کر گئے

تھے کتنے باکمال شہیدانِ کربلا
دشتِ بلا کی خاک کو اکسیر کر گئے

غم ہائے کربلا کا اک احسان یہ بھی ہے
اشکِ عزا کو گوہرِ تنویر کر گئے

اک حرفِ ''لا'' کی تاب و توانائی کو حسینؑ
بیعت طلب کے دست پہ تحریر کر گئے

maablib.org

بے حرف و صوت کیسا یہ شورِ سلام ہے
کیا اہلِ غم سے دیدۂ تر ہم کلام ہے
کُل نعمتیں کھڑی ہیں جہاں پر قطار میں
وہ کوچۂ حسینؑ علیہ السلام ہے
اصغرؑ کی مُٹھیوں کو تہی تو نہ جانیو
اِن مُٹھیوں میں کون و مکاں کی زمام ہے
دل کٹ رہے ہیں خطبۂ زینب کے وار سے
لگتا ہے جیسے تیغِ علیؑ بے نیام ہے
مظلومیت کی زد پہ ہے کبر یزیدیت
ٹھوکر میں ماہتاب کے دستارِ شام ہے

اک لمحۂ قلیل سے صدیاں تراشنا
یہ ساعتِ تبسّمِ اصغرؑ کا کام ہے

اُس پر سلام طوق و سلاسل کے باوجود
موجِ صبا کی طرح جو محو خرام ہے

دن ڈھل رہا ہے شام کا ہنگام ہے قریب
تصویرِ کربلا کی ابھی ناتمام ہے

جس کے سبب حسینؑ کے گھر میں تھی روشنی
ڈوبا ہوا لہو میں وہ ماہِ تمام ہے

آصفؔ وہ دستگیر ہے ساری خدائی کا
بازو قلم ہیں اُس کے اور عباسؑ نام ہے

سوئے حسینؑ چلے اور دوانہ وار چلے
جو حُر ضمیر ہیں وہ عاقبت سنوار چلے

جو دل کی پوچھئے، دل کا یہی تقاضا ہے
علیؑ کی بات چھڑے ذکرِ کردگار چلے

ہم اپنے رختِ سفر میں غمِ حسینؑ لئے
چلے عدم کی طرف اور بصد قرار چلے

اب اس قدر بھی نہیں حُر کی ہمرہی آساں
جسے ہو فیصلۂ دل پہ اعتبار چلے

درِ حسینؑ کا صدقہ ہے نعمتیں ساری
اسی سبیل سے ہم سب کا روزگار چلے

غمِ حسینؑ میسر ہے غمگساری کو
وگرنہ غم پہ یہاں کس کا اختیار چلے

خدا نے لوح و قلم کردیئے سپرد تیرے
ترے سبب یہ مشیت کا کاروبار چلے

بڑھا کے حرمتِ مقتل ، نبھا کے رسمِ وفا
بسانے خُلدِ بریں تیرے جاں نثار چلے

کہاں کی ہیبتِ قاتل ، کہاں کا زعمِ ستم
گلوئے تیغ پہ جب خوں کی تیز دھار چلے

ملی جو رَن کی اجازت تو جوشِ نصرت میں
حبیبؓ ایسے چلے جیسے ذوالفقار چلے

چلے اسیر تو دشتِ بلا میں دور تلک
بگولے ساتھ اڑاتے ہوئے غبار چلے

فصلِ عزا میں دیدۂ گریاں ہے کائنات
گویا غمِ حسینؑ میں غلطاں ہے کائنات

اپنی حدِ کمال پہ ہے وحشتِ ملال
فرطِ الم سے چاک گریباں ہے کائنات

فرشِ عزا و پرچمِ عباسؑ کے بغیر
ویراں اداس ، بے سر و ساماں ہے کائنات

منظر سے نینوا کو ہٹا کر جو دیکھیے
گرد و غبارِ دشت و بیاباں ہے کائنات

خوفِ یم فرات بھلا کس شمار میں
عباسؑ کے جلال سے لرزاں ہے کائنات

اشکِ عزاءِ شاہِ شہیداں ترے سبب
کتنی حسین ، کتنی فروزاں ہے کائنات

ارکانِ دینِ حق کی جو تفسیر کر گیا
اس سجدۂ حسینؑ پہ نازاں ہے کائنات

ہنسنا وہ تیر کھا کے شہادت کے شوق میں
اصغرؑ کے اس شعور پہ حیراں ہے کائنات

کون و مکاں میں ہائے حسینا کا شور ہے
ماتم سرائے شامِ غریباں ہے کائنات

آصفؔ متاعِ جاں کی حقیقت نہیں ہے کچھ
عابدؑ کے صبر و ضبط پہ قرباں ہے کائنات

رزقِ راحت پا رہا ہوں حضرتِ شبیرؑ سے
غربتِ دل کو ہے نسبت غربتِ شبیرؑ سے

تادمِ آخر رہے جاری عزائے کربلا
بھول کر غافل نہ ہونا نصرتِ شبیرؑ سے

رائیگاں ہونے نہ دینا مقصدِ تخلیق کو
کوئی پل خالی نہ گزرے خدمتِ شبیرؑ سے

اے صبا جب کربلا سے ہو گزر تو یوں گزر
خاک مس ہو جائے میری تربتِ شبیرؑ سے

رات وہ عاشور کی حُرؑ کے لئے تھی اک سحر
حُر بنا حق دارِ جنت مہلتِ شبیرؑ سے

آ گہی ، لوح و قلم ، نورِ یقیں ، اشکِ عزاء
منسلک یہ نعمتیں ہیں الفتِ شبیرؑ سے
سانس بھی لیتے نہ تھے عباسؑ بے اذنِ حسینؑ
ہر نفس لبریز دیکھا طاعتِ شبیرؑ سے

❁❁❁❁❁

maablib.org

وہ حرف لکھوں یادِ شہؑ تشنہ کام میں
جو کربلا کا عکس دِکھا دے کلام میں
بھر جائے خونِ دل سے ہر اک جامِ چشمِ غم
سوزِ غمِ حسینؑ ہو ایسا سلام میں
راز و نیازِ گردشِ دوراں سے بے خبر
''اچھی گزر رہی ہے غمِ تشنہ کام میں''
عباسؑ اذن دیں تو تغیر بپا کروں
رکھ دوں فرات دیدۂ حرفِ سلام میں
اک آہِ بے صدا میں سمٹ آئی کربلا
غم سارا رکھ دیا سخنِ ناتمام میں

فرصت ملے جو کارِ جہاں سے تو کوئی دن
لکھوں سلام وادیٔ دارالسلام میں
گم ہیں غمِ حسین میں یوں زندگی کے غم
جیسے اندھیرے تابشِ ماہِ تمام میں
حُر سے ضمیرِ حُر کی مسافت ہے جس قدر
بس اتنا فاصلہ ہے فنا و دوام میں
تنہا ہوئی کچھ اور بھی تنہائی امامؑ
دربار و راہِ شام کے اُس اژدھام میں
وہ دیکھو آ رہا ہے سناں پر سرِ حسینؑ
منظر طلوعِ مہر کا ہے دشتِ شام میں
ہبائے نماز ، فرشِ عزا میں بدل گئی
یاد آ گیا حسینؑ کا سجدہ قیام میں
آصفؔ لہو بہاتے ہیں چشمِ عزاء سے ہم
مصروف زندگی ہے اسی اہتمام میں

اتباعِ آلِ احمدؐ میں ہیں تاثیریں بہت
اس عبادت سے بشر پاتا ہے توقیریں بہت
حُر نے جیسی پائی قسمت ایسی دیکھی نہ سنی
رشک کرنے یوں تو دنیا میں ہیں تقدیریں بہت
داستانِ کربلا پر سے نظر ہٹتی نہیں
ہیں کتابِ دل میں یوں تو غم کی تحریریں بہت
کیفِ غم، صبر و رضا، جذبِ شہادت، قربِ حق
اک غمِ شبیرؑ میں پنہاں ہیں تاثیریں بہت
وہ کسی کا سجدۂ آخر تہہ تیغِ ستم
اک حدیث بندگی ہے جس کی تفسیریں بہت

کربلا کے دشت میں آیا تھا ایسا وقت بھی
ایک جانِ فاطمہؑ تھا اور شمشیریں بہت

نوجواں اکبرؑ کی آنکھوں میں شہادت کی چمک
ماں کی آنکھوں میں تمناؤں کی تصویریں بہت

نہ بہل پائی کسی صورت سکینہؑ اے حسینؑ
زینبؑ و بانوؑ نے کی تھیں یوں تو تدبیریں بہت

شام کے تاریک زنداں میں سکینہؑ کی لحد
آفتابِ غم ہے جیسے جس کی تنویریں بہت

آس کے رنگوں سے صغراؑ نے بعنوانِ ملن
اپنے پیاروں کی بنا رکھی ہیں تصویریں بہت

کر کے پابندِ سلاسل لے چلے عابدؑ کو جب
احتجاجاً کر رہی تھیں شور زنجیریں بہت

ہو نگاہِ لطف آصفؔ پر سرِ محشر علیؑ
بندۂ عاجز ہے یہ اور اس کی تقصیریں بہت

زندگی دے گی تجھے مہلتِ توبہ کب تک
آتی جاتی ہوئی سانسوں کا بھروسہ کب تک

دل جو کہتا ہے اُسے مان بھی لے اے ناداں
دُور تو آلِ محمدؐ سے رہے گا کب تک

اکبرؑ و اصغرؑ و عباسؑ ، حسینؑ و قاسمؑ
منتظر صغراؑ ہے پہنچو گے مدینہ کب تک

بات اک رات کی ہو تو کوئی بہلاتے بھی
دے گی زینبؑ کسی بچی کو دلاسا کب تک

بے کسی شام کے بازار میں کرتی ہے سوال
ظلم ناموسِ محمدؐ پہ یہ ہوگا کب تک

کسی بیمار سے پوچھا کیئے یہ طوق و رسن
کچھ بتاؤ کہ یہ کٹ جائے گا رستہ کب تک

غمِ شبیر ہے جینے کا سلیقہ آصف
یہی سچائی ہے جھٹلائے گی دنیا کب تک

maablib.org

کنزِ علوم ، کاشفِ سر نہاں ہوئی
دیدہ وروں کو خاکِ نجف آسماں ہوئی

مظلومیٔ حسینؑ کا اعجاز دیکھنا
انسانیت بہ صورت حُر کامراں ہوئی

رسمِ حسینیت کے حوالے سے کربلا
تہذیبِ انقلاب کی روح و رواں ہوئی

وہ روشنی جو خونِ شہیداں کی ہے سفیر
صورت گرِ شریعتِ تسلیم جاں ہوئی

اذنِ وغا ملا تو ضعیفی حبیب کی
فرطِ خوشی سے نصرتِ شہ میں جواں ہوئی

مظلومِ کربلا کی گواہی کے واسطے
اک بے زباں کی شانِ شہادت زباں ہوئی

طوفاں کی زد پہ دیں کا سفینہ جب آ گیا
آصفؔ ردائے بنتِ علیؑ بادباں ہوئی

❁❁❁❁❁

maablib.org

کہیں درد و غم کے سائے، کہیں عکسِ چشم تر ہے
وہی کربلائی منظر سر وادیٔ ہنر ہے

پسِ حرف جوئے خوں ہے سرِ حرف چشم گریاں
یہ سلامِ تشنگاں ہے، یہ خراجِ نوحہ گر ہے

درِ علم کا ہے صدقہ، صفِ اعتبار میں ہوں
بسرِ محلسِ سخن بھی میری فکر معتبر ہے

رہِ دشتِ زندگی میں ترا غم، ترا تصور
کہیں موجِ علقمہ ہے، کہیں سایۂ شجر ہے

وہ جو راستہ دکھائے، وہ جو حُر کو حُر بنائے
ترا صبر ظلمتوں میں، وہ ستارۂ سحر ہے

گم کردے اپنے آپ کو تو جا کے کربلا
اپنا بنا لے رب کو تو اپنا کے کربلا

آنکھوں سے اپنی روضۂ شبیرؑ دیکھ لوں
جنت دکھا دے مجھ کو بھی بلوا کے کربلا

حکمِ امامؑ آئے یہ اے کاش کوئی دن
ہم کو کبھی سلام سنا آ کے کربلا

دل و جگر کا لہو آنسوؤں کی نذر کریں
اس اہتمام سے غم کربلا کا نشر کریں

اب اس قدر بھی نہ ارزانیوں کی نذر کریں
یہ غم حسینؑ کا ہے کچھ تو اس کی قدر کریں

طلب خدا سے کریں کربلا کی آب و ہوا
مثالِ دشت تمنائے باد و ابر کریں

دلیلِ نور و نمو ہے یہ داغ ماتم کا
اس آفتاب سے روشن جہانِ صدر کریں

ہے یہ بھی شرطِ وفا عشق کے نبھانے میں
فرات فتح کریں، تشنگی پہ جبر کریں

اس ہست و بود میں وہ اک حسینؑ ہے جس پر
خدا بھی ناز کرے انبیاء بھی فخر کریں

کسی بھی شام کا آسیب در نہ آئے کہیں
ہر اک عصر سپردِ امامِ عصر کریں

لہو کا جوش تھا جو کہہ رہا تھا اصغرؑ سے
بپا اک حسنِ تبسم سے رَن میں حشر کریں

سوائے زینبؑ و عابدؑ یہ کس سے ممکن تھا
ہر اختیار کے رکھتے ہوئے بھی صبر کریں

❁❁❁❁❁

maablib.org

دشتِ صبر و قرار میں رہنا
کربلا کے مدار میں رہنا
ربط رکھنا سبیل و لنگر سے
نعمتوں کے دیار میں رہنا
زیست کرنا علم کی چھاؤں میں
سایۂ غم گسار میں رہنا
جاں نثاری کا یہ تقاضا ہے
سر بکف رہ گزار میں رہنا
دجلۂ دل عزاء کے موسم میں
دیدۂ اشک بار میں رہنا

ہر عزادار کی جو پُرساں ہے
اس دعا کے حصار میں رہنا

غمِ شبیرؑ جن کا محور ہے
ایسے لیل و نہار میں رہنا

اشکِ غم ، حسرتِ رفو کی طرح
دامنِ تار تار میں رہنا

کب تھا آساں چراغ بجھنے پر
خیمۂ اعتبار میں رہنا

لبِ دریا وفا کو آتا ہے
تشنگی کے خمار میں رہنا

یہ تھا آدابِ عشقِ غازی میں
شہؑ کے قرب و جوار میں رہنا

دفن اصغرؑ کو کرکے بولے حسینؑ
چین سے تم مزار میں رہنا

بس یہی زندگی تھی صغراؑ کی
مستقل انتظار میں رہنا

یادِ عابدؑ میں ہر نفس آصفؔ
شکرِ پروردگار میں رہنا

maablib.org

وہ آنکھ جو نم غربتِ سرور میں نہیں ہے
رومالِ بقا اس کے مقدر میں نہیں ہے
جب آئے گا میداں میں الٹ دے گا صفوں کو
اصغرؑ سا سپاہی کسی لشکر میں نہیں ہے
میزان ہے یہ صبر حسینؑ ابنِ علیؑ کی
برچھی کی انی سینۂ اکبرؑ میں نہیں ہے
از کرب و بلا تا بہ مدینہ بہ رہِ شام
جز عابدؑ و زینبؑ کوئی منظر میں نہیں ہے
بے پردگیٔ آل پہ وہ صبر شجاعت
عابدؑ سا جری کوئی بہتر میں نہیں ہے

دل ڈوبنے لگے تو علیؑ کو پکاریئے
اس طرح زندگی کا سفینہ ابھاریئے
مشکل کشاؑ کے سایۂ دامن میں بیٹھ کر
ہر حادثے کی زلفِ پریشاں سنواریئے

❁❁❁❁❁

عجب ہے نامِ علیؑ بھی کہ جس کی برکت سے
ہمیشہ ہم پہ کُھلے رحمتوں کے باب رہے
ہمارا آپ کا کیا تذکرہ نبیؐ خود بھی
ہر امتحان میں مرہونِ بوترابؑ رہے

maablib.org

وابستہ بابِ علم سے جذبِ ہنر رہے
حق آگہی کے ذوق کا جاری سفر رہے
تاریخ کی جبیں پہ یہ لکھا ہے صاف صاف
نسبت علیؑ سے ہے تو نظر دار پر رہے

۞۞۞۞۞

اے چشمِ شوق گرمیٔ بازار دیکھنا
نفسِ علیؑ کا رب ہے خریدار دیکھنا
پھر مدحتِ علیؑ کا ہے موسم بہار پر
پھر وَجد میں ہے سیلِ صد انوار دیکھنا

آیا لبوں پہ نامِ علیؑ کام کر گیا
سفیانیت شعار کا چہرہ اتر گیا
گر تو نہیں ولایتِ حیدر کا معترف
پھر رائیگاں یہ ترے نفس کا سفر گیا

❁❁❁❁❁

وارفتگیٔ عشق بڑھا اور ابھی اور
اپنا مجھے دیوانہ بنا اور ابھی اور
ایقانِ نصیری سے کہا مرے جنوں نے
حیدرؑ کے کمالات سنا اور ابھی اور

جب تک نہ ترا اسم مرے وردِ زباں تھا
یہ سلسلۂ کارِ نفس کارِ زیاں تھا
اُس مظہرِ توحیدؑ پہ ہم اہلِ یقیں کو
تھا بھی تو ہمہ وقت خدا ہی کا گماں تھا

❁❁❁❁❁

حبسِ سخن میں بات علیؑ کی چلی تو ہے
اس دشتِ تیرگی میں کہیں روشنی تو ہے
ہیں گرچہ درمیان میں کوئی مزاج لوگ
پھر بھی علیؑ علیؑ سے فضاء گونجتی تو ہے

maablib.org

میری تہذیبِ سخن رسمِ ثناء جانتی ہے
تیری توصیف کو ہی حمدِ خدا جانتی ہے
معرفت تیری بہم آئے یہ ممکن ہی نہیں
تجھ کو یہ فکرِ بشر کم ہی ذرا جانتی ہے

تنویرِ سخن مدحتِ حیدرؑ کے سبب ہے
یہ نورِ صداقت اسی پیکر کے سبب ہے
ہر زخم کا مرہم ہے ہوا کرب و بلا کی
ہر دور کا درماں غمِ سرورؑ کے سبب ہے

maablib.org

اپنی کمالِ فکر سے دیں کو بچا گئے
باطل کے ہر فریب کا پردہ اٹھا گئے
اک صلحِ اختیار کا خط کھینچ کر حسنؑ
دنیا کو حدِ صبر شجاعت بتا گئے

❁❁❁❁❁

منشائے کردگار ہیں حق کے سفیر ہیں
مثلِ علیؑ حسنؑ بھی محمدؐ ضمیر ہیں
وہ آئنہ ہے صلحِ حسنؑ دوشِ وقت پر
جس میں منافقین کے چہرے اسیر ہیں

غمِ حسینؑ سے ہم لَو لگائے بیٹھے ہیں
کئی چراغ مژہ پر جلائے بیٹھے ہیں
ہمیں بھی اذنِ شہادت کی ہو نوید کہ ہم
ردائے جاں سرِ مقتل بچھائے بیٹھے ہیں

آبروئے چشمِ تر ہے کربلا
صبر کا جامع ہنر ہے کربلا
فیصلہ یہ کردیا تاریخ نے
شام پر ضربِ سحر ہے کربلا

maablib.org

زندگی جب غمِ شبیرؑ میں ڈھل جاتی ہے
پھر وہ ہر غم سے بہت دُور نکل جاتی ہے
زانوئے حبِّ شہؑ دیں پہ اگر دم نکلے
خود بہ خود موت شہادت میں بدل جاتی ہے

❁❁❁❁❁

اضطرابِ فکر کو آسودگی مل جائے گی
ظلمتوں کی بھیڑ میں بھی روشنی مل جائے گی
حبس ٹوٹا اور ہوائے کربلا چلنے لگی
نیم جاں اسلام کو اب زندگی مل جائے گی

maablib.org

نہ فکرِ غم ہے نہ اندیشۂ زیاں کوئی
بہم ہے دل کو مزے دردِ رفتگاں کوئی
وہ جانتا ہے جو رکھتا ہے فکرِ حُر آصفؔ
نہیں حسینؑ کی بستی میں بے اماں کوئی

عذابِ کفر سے حُر کو نکلتے دیکھا ہے
بس ایک شب میں مقدر بدلتے دیکھا ہے
خدا گواہ سرِ کربلا زمانے نے
ہوا کی زد پہ چراغوں کو جلتے دیکھا ہے

maablib.org

کوئی وحشت ہے دل کو اور نہ کوئی بیقراری ہے
کہ ہم نے شامِ غم ذکرِ غمِ شہؑ سے سنواری ہے
غمِ شبیرؑ سے جو دور ہیں وہ دل یہ کیا جانیں
کہ یہ وہ غم ہے جس غم میں سرورِ غمگساری ہے

❁❁❁❁❁

بے سہاروں کے لئے کوئی سہارا جیسے
دل شکستوں کے لئے کوئی دلاسا جیسے
غمِ دنیا کی ہر اک دھوپ سے بچنے کے لئے
غمِ شبیرؑ گھنے پیڑ کا سایا جیسے

maablib.org

جذبۂ شوقِ شہادت کا ہنر ہے کربلا
قربتِ حق کے لئے طرزِ سفر ہے کربلا
استقامت ، زہد و ایماں ، صبر، تسلیم و رضا
دیکھئے جس زاویئے سے اوج پر ہے کربلا

❁❁❁❁❁

"ہر نفس ان کا خیال آتا رہا"
زندگی کا دشت مہکاتا رہا
غمگساروں کی طرح ذکرِ حسینؑ
قلب کو تسکین پہنچاتا رہا

maablib.org

دیے ایسے بھی کچھ بامِ ولا پر جھلملاتے ہیں
دیارِ دیدۂ و دل میں اجالے پھیل جاتے ہیں
حوالۂ دوستی جب مانگتی ہے جاں نثاری کا
مجھے بے ساختہ ابنِ مظاہر یاد آتے ہیں

❁❁❁❁❁

شریکِ مقصدِ شبیرؑ ثانیِ زہراؑ
حسینیت بھی ہے تنویر، ثانیِ زہراؑ
جھپٹ رہا تھا عدو پر بہ طرزِ تیغِ علیؑ
وہ ترا لہجۂ تقریر ثانیِ زہراؑ

نامِ عباسِ علیؑ کی گونج ہے احساس میں
اور اسی اک نام کی خوشبو مرے انفاس میں
بائے بسم اللہ کے نقطہ میں قراں جس طرح
یوں سمٹ کر آگئی نادِ علیؑ عباسؑ میں

یہ بھی ایثار و محبت کا قرینہ دیکھا
ہم نے یہ طورِ وفا سب سے انوکھا دیکھا
مطمئن نفس کے آثار لیے چہرے پر
جبکہ پیاسے کو لبِ نہر بھی پیاسا دیکھا

maablib.org

اے علقمہ کے فاتح ، اے شیرِ حق کے ضیغم
قربانی و وفا کی تو ہے حدیثِ محکم
تُو اہلِ درد و غم کا سرمایۂ تسلی
تُو زخمِ تشنگی پر سیرابیوں کا مرہم

❀❀❀❀❀

نمی اشکِ عزاء کی ہے فضائے عشقِ حیدر میں
اِسی آب و ہوا میں زندگی ہم نے گزاری ہے
کسی پیاسے کا دریا جیت کر بھی تشنہ لب رہنا
یہ اُس کی تشنگی جبری نہیں ہے اختیاری ہے

maablib.org

نقدِ حرف و بیاں نام عباسؑ کا
وجہ تسکینِ جاں نام عباسؑ کا
روزِ عاشور تھا بات بے بات پر
سب کے وردِ زباں نام عباسؑ کا

❁❁❁❁❁

آس زینبؑ کی سکینہؑ کا سہارا عباسؑ
سانس لیتا ہوا شبیرؑ کا سایا عباسؑ
رزم اور بزم میں منہ بولتی تصویرِ علیؑ
سب تو سب فاطمہؑ زہرا کا دلاسا عباسؑ

سُرخ رُو پیاس نہ ہوتی جو نہ ہوتے عباسؑ
نہیں ہوتی یہ وفا بھی جو نہ ہوتے عباسؑ
یہ علمداری و طاعت کا بھرم رکھتا کون
کربلا رہتی ادھوری جو نہ ہوتے عباسؑ

❁❁❁❁❁

پا رہی ہے روشنی تابندگی عباسؑ سے
روشنی ہے در حقیقت روشنی عباسؑ سے
کب کھلا احوال اپنا غیر کے دربار میں
جب کہی روداد غم ہم نے کہی عباسؑ سے

maablib.org

آبِ رواں پہ تشنہ لبی کو بچھا دیا
عباسؑ نے فرات کو صحرا بنا دیا
دریا اٹھا سکا نہ ترا وزنِ تشنگی
تو نے اٹھا کے چلّو میں دریا دکھا دیا

*****

بنیے اہلِ نظر گنجینۂ ایقان آیا ہے
بہ الفاظِ دگر سرمایۂ ایمان آیا ہے
کرو گھر گھر چراغاں اور پڑھو صلِ علیٰ آصف
علیؑ جیسا علیؑ کے گھر میں اک مہمان آیا ہے

نگاہِ دوست میں ہوں حلقۂ حشم میں ہوں
پناہِ خیر میں ہوں، خیمۂ کرم میں ہوں
یہ التفاتِ علمدار کا ہے فیض کہ میں
غموں کی دھوپ میں بھی سایۂ علَم میں ہوں

❁❁❁❁❁

سفیانیت سے صبر کی پیکار دیکھنا
عابدؑ کا غیظ برسرِ دربار دیکھنا
رخ پر جلالِ حیدرِ کرار کی ضیاء
لہجہ میں ذوالفقار کی جھنکار دیکھنا

maablib.org



ایلیا پبلی کیشنز